رسولِ خدا

حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر:
ادارہ "در راہِ حق"
قم۔ ایران

ترجمہ:
"نور اسلام"
امامباڑہ۔ فیض آباد

یکے از مطبوعات
دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان
۲۔ جے۔ ۵/۴ ـــ ناظم آباد ـــ نمبر ۲ ـــ کراچی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

رسولِ خدا

حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر:
ادارہ "در راہِ حق"
قم۔ ایران

ترجمہ:
"نورِ اسلام"
امامباڑہ۔ فیض آباد

یکے از مطبوعات

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

۲۔ جے۔ ۵/۴ ــــ ناظم آباد ــــ نمبر ۲ ــــ کراچی

10,347 Sep 2000
...cession... حضرت محمد ...Shelf...
D.D. Class...
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ---------------------- حضرت محمد صلی اللہ وآلہ وسلم
تحریر ---------------- مجلسِ مصنّفین ادارہ درراہِ حق (قم ایران)
ترجمہ ---------------------- نورِ اسلام، فیض آباد
ناشر ---------------------- دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
کتابت ---------------------- حسن اختر۔ لکھنؤ
طبع اول ---------------------- ذیقعدہ الحرام ۱۴۱۱ ہجری قمری
طبع دوم ---------------------- شوال المکرّم ۱۴۱۳ ہجری قمری
طبع سوم ---------------------- محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری قمری

انتساب

کربلا کے
گلگوں قبا شہیدوں کے نام
جن کے
خون نے صحرا کو لالہ زار بنادیا
اور
اُن لوگوں کے نام
جو
شہداء کے
راستہ پر چلنے کی سچی تمنا رکھتے ہیں

——— مترجم

ترجمہ اربعین کے روز تمام ہوا یہ انتساب اسی بنا پر ہے۔

رہنمائے کتاب

- دُنیا اسلام سے پہلے ———— ۹
- جزیرۃ العرب ———— ۱۰
- آنحضرتؐ کی ولادت ———— ۱۳
- عجیب بچہ ———— ۱۵
- حلیمہ دائی ———— ۱۵
- آنحضرتؐ اور طوفانِ حوادث ———— ۱۶
- علامتِ نبوت ———— ۱۶
- بچپن اور جوانی کی کچھ یادیں ———— ۱۹
- بحیرا سے گفتگو ———— ۱۹
- گلہ بانی ———— ۲۱
- پاک دامنی ———— ۲۲
- حضرتؐ کی پہلی شادی ———— ۲۳
- خدیجہ کی پیش کش ———— ۲۴
- خدیجہ کون ؟ ———— ۲۴
- شام کا سفر ———— ۲۵
- شادی کی پیش کش ———— ۲۶

○ آنحضرتؐ کی شادیاں اور اس کا فلسفہ ــــــــ ۲۸
○ عیسائیوں کے الزامات ــــــــ ۲۸
○ تاریخ کا فیصلہ ــــــــ ۲۹
○ اعتراض کرنے والوں کی حقیقت ــــــــ ۳۰
○ آنحضرتؐ کی ازواج ــــــــ ۳۱
○ یتیموں کی کفالت ــــــــ ۳۱
○ بے جا اعتراض ــــــــ ۳۲
○ آنحضرتؐ کی شخصیت بعثت سے پہلے ــــــــ ۳۴
○ اسلام سے پہلے عرب کا ماحول ــــــــ ۳۵
○ انبیاء سماج کے رہنما تھے پیروکار نہیں ــــــــ ۳۷
○ حجر اسود کی تنصیب اور آنحضرتؐ کا فیصلہ ــــــــ ۳۸
○ آنحضرتؐ کی جامع رسالت ــــــــ ۴۰
○ زندگی کا چالیسواں برس ــــــــ ۴۰
○ وحی کیا ہے؟ ــــــــ ۴۲
○ مرسلِ اعظم کی تبلیغی روش ــــــــ ۴۳
○ مرسلِ اعظم کا انتظار ــــــــ ۴۳
○ حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لانے والے ــــــــ ۴۴
○ نماز ــــــــ ۴۴
○ تین سال عملی تبلیغ ــــــــ ۴۵
○ دعوتِ ذوالعشیرہ اور پہلا معجزہ ــــــــ ۴۶
○ علانیہ تبلیغ ــــــــ ۴۹

- کوہِ صفا پر پیغمبر اسلام کی تقریر ۴۹
- آنحضرتؐ کی تقریر کا ردِ عمل ۵۱
- قریش کی ابوطالب سے شکایت ۵۲
- قریش کی پیشکش ۵۴
- راہ کی دشواریاں اور قریش کی ایذائیں ۵۶
- پیغمبر اسلام کی ہجرت ۶۱
- آغاز تاریخ ۔ مقصد کے لئے ترکِ وطن ۶۱
- یثرب ہموار زمین ۶۲
- قتل پیغمبر کی سازش ۶۳
- حضرت علی کی فداکاری ۶۳
- غارِ ثور ۶۴
- یثرب کی طرف ۶۵
- یثرب سراپا انتظار ۶۶
- ہجرت سے ایک سبق ۶۱
- مدینہ میں اخوت اسلامی کی تشکیل ۶۸
- زندہ معاشرہ ۶۸
- اسلامی برادری، مرسلِ اعظم کا بے مثل کارنامہ ۶۹
- اقتصادی تعاون ۷۱
- عملی تعاون ۷۱
- دَورِ حاضر میں اخوت اسلامی ۷۲
- اسلام اور جہاد ۷۳

- جہاد کس لئے ؟ ——— ۷۴
- کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے ؟ ——— ۷۶
- پیغمبر اسلامؐ کے زمانے کی جنگوں کے اسباب اور مقتولین کی تعداد ——— ۸۰
- بین الاقوامی آئیڈیالوجی ——— ۸۰
- جنگِ بدر ——— ۸۱
- جنگِ احد ——— ۸۳
- جنگِ خندق ——— ۸۳
- جنگ بنی قریظہ ——— ۸۳
- جنگِ بنی المصطلق ——— ۸۴
- جنگ خیبر ——— ۸۵
- جنگِ موتہ ——— ۸۵
- فتح مکہؐ ——— ۸۵
- حنین اور طائف ——— ۸۶
- پیغمبر اسلامؐ کے زمانے کی جنگوں میں مقتولین کی تعداد تاریخی مآخذ کے مطابق ۸۸
- پیغمبر اسلامؐ کی عالمی رسالت ——— ۹۰
- اسلام مشرق و مغرب کا دین ——— ۹۰
- آنحضرتؐ نے مکہؐ سے تمام دُنیا کو اسلام کی دعوت دی ——— ۹۱
- ایک اور دلیل ——— ۹۲
- اسلام کا پیغام پہونچانے میں ہماری ذمہ داریاں ——— ۹۵
- آنحضرتؐ آخری پیغمبر ——— ۹۷
- اسلام کی ابدیت اور آنحضرتؐ کی خاتمیت ——— ۹۷

- اسلام دینِ ابدیت ۹۹
- خاتمیت قرآن کی نظر میں ۱۰۰
- خاتمیت روایات کی نظر میں ۱۰۲
- حدیث غدیر اور آنحضرت کی جانشینی ۱۰۴
- پیغمبرِ خدا کے گھر سے رخصت ہوتے ہیں ۱۰۴
- حدیثِ غدیر کے راوی ۱۰۹
- حدیث غدیر کا مفہوم ۱۱۰
- آنحضرتؐ کا اخلاق ۱۱۳
- معاشرہ کو اخلاق کی ضرورت ۱۱۳
- آنحضرتؐ لوگوں کے درمیان ۱۱۵
- آنحضرتؐ کا عفو اور درگزشت ۱۱۷
- نظافت اور پاکیزگی ۱۱۹
- عبادت اور پرہیزگاری ۱۱۹
- مسئلہ خلافت اور پیغمبر اسلام کی جانشینی ۱۲۱
- کیا پیغمبرؐ نے اپنا جانشین معین کیا تھا؟ ۱۲۷
- امامت و خلافت کے لئے شوریٰ ۱۲۹
- تاریخِ خلافت پر ایک نظر ۱۳۰
- سقیفہ مرکزِ غصب خلافت ۱۳۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وبہ نستعین
السلام علی المہدیؑ

دُنیا اسلام سے پہلے

ظہور اسلام سے پہلے ساری دُنیا کے لوگ عقائد و افکار، انفرادی اور اجتماعی روابط کے اعتبار سے بہت ہی پست زندگی بسر کر رہے تھے۔ ساری دُنیا کی حالت اگرچہ ایک طرح کی نہیں تھی، مگر فکری انحراف، افسانوی باتوں، غلط رسم و رواج، اجتماعی پریشانیوں اور اخلاقی گراوٹ میں سب ایک دوسرے کے شریک تھے۔

اسلام سے پہلے یہودیوں نے جناب موسیٰؑ کے دین میں تحریف کر دی تھی، اس کے تر و تازہ اصولوں کو بالکل خشک بنا دیا تھا۔ ہر شخص میں مادیت سرایت کر گئی تھی، ہر آدمی مادیت کا دیوانہ تھا۔ عیسائیت جس کا بنیادی مقصد اخلاق کو سنوارنا، رُوح کو پاکیزہ بنانا، لوگوں کو ہر طرح کی آلودگیوں سے دُور رکھنا تھا (یہی ذمہ داریاں خداوند عالم نے جناب عیسیٰؑ کو دی تھیں) لیکن ان کے علماء نے اس کی ہیئت بدل دی اور عیسائیت عیسائی علماء کی دُکان میں تبدیل ہو گئی۔ اور چونکہ اس میں سماج کی جُملہ مشکلات کا اطمینان بخش اور مکمل حل نہ تھا، لہٰذا ہر میدان میں لوگوں کی رہنمائی نہ کر سکی۔

انھیں سب باتوں کی بنا پر ساری دُنیا کے لوگ خیالی باتوں، جاہلانہ رسموں، خودساختہ سماجی بندشوں میں مبتلا رہے۔ روز بروز سماجی مشکلات میں اضافہ ہوتا رہا اور اخلاقی معیار پست سے پست تر ہوتا گیا۔

فتنہ و فساد کی آگ ہر طرف روشن تھی۔ خرافات اور اوہام پرستی کا نام مذہب تھا۔ کہیں شرک تھا کہیں تثلیث۔ کافی لوگ بُت، آگ، گائے اور ستاروں وغیرہ کی پوجا کر رہے تھے۔ سب سے شرمناک بات یہ تھی کہ بعض لوگ عضوِ تناسُل کی بھی پرستش کرتے تھے (۱)۔ یہی فتنہ و فساد، رُوحانی و اخلاقی پستی ساری دُنیا پر حکمراں تھی، جس کی بنا پر ہر طرف تاریکیاں، پریشانیاں اور خوں ریزیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ سماجی اقدار انحراف کا شکار ہو گئے تھے، ظلم و ستم کا ہر طرف راج تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت ساری کائنات ہلاکت کے دہانے پر کھڑی تھی۔

جزیرۃ العرب

جزیرۃ العرب جس کو "جلی ہوئی زمین" کا نام دیا گیا ہے، اس کی بھی عجیب حالت تھی جھُلستے ہوئے بیابانوں، ریگزاروں اور لق و دق صحراؤں کو جزیرۃ العرب کہا جاتا ہے۔ نہ پانی کا وجود اور نہ سرسبزی۔ صحرائی، تیز اور دھار دار کانٹوں کو ہریالی کہا جاتا تھا۔ وہاں رہنے کی جگہوں اور ٹھہرنے کے مقامات کو اگر "گھر" کہا جائے تو اشتباہ ہے۔ کچھ چادریں تھیں جس میں انسان نامی چیز رہتی تھی جو اس میں کسی طرح لوٹ پوٹ لیتے تھے۔ کھجور اور گندے پانی سے پیاس بجھا لیتے تھے۔ قبائلی جنگیں اجتماعی نظام تھا۔ مکّہ کی حیثیت ایک بُت کدہ سے زیادہ نہ تھی۔ وہاں کے رہنے والے سُود خور تاجر تھے جو درہم و دینار سے انسانوں کو خریدتے تھے۔

---

(۱) تاریخ ویل ڈیورانٹ ج ۱ ص ۹۵-۱۰۳، ج ۴ ص ۳۰۴، ج ۷ ص ۹۵

صحرا اور بادیہ نشین قبیلوں کی زندگی گلہ بانی تھی جس پر خوں آشام جاگیرداروں کا سایہ تھا جزیرۃ العرب کے لوگوں کی زندگی بہت ہی افسوسناک تھی۔ طبقاتی اختلاف نے سخت اقتصادی بحران میں گرفتار کر دیا تھا۔ سود خوروں کے گروہ نے عام لوگوں سے زندگی کا لطف چھین لیا تھا سماج کے سعادتوں کے افق پر ہر طرف تاریکی کا دور دورہ تھا۔

سود خور سرمایہ داروں کا وہ گروہ جو مکہ میں تجارت کر رہا تھا اس نے ناجائز طریقوں سے کافی دولت اکٹھا کرلی تھی جس سے وہ کمزور عوام کا باقاعدہ استحصال کر رہے تھے۔ وہ اپنی سود خوری اور ظالمانہ روش سے طبقاتی اختلافات کو روز بروز بڑھا رہے تھے۔

اس وقت کے عرب قبائل اپنی جہالت کی بنا پر مختلف چیزوں اور بتوں کی پرستش کر رہے تھے۔ خانہ کعبہ عربوں کا بت خانہ تھا۔ (۱)

جزیرۃ العرب کے سماجی اور اخلاقی نظام کا ہر اصول ان کی قومی عظمت ختم کر دینے کے لئے کافی تھا۔ اسلام سے پہلے عربوں کی انسان دشمن روش نے انھیں ایسا بنا دیا تھا جس کا نتیجہ فساد اور تباہی، ان کی غذا مردار، ان کا طریقہ خوف و ہراس، ان کی منطق اور دلیل صرف تلوار تھی۔

اسی کے ساتھ ساتھ عربوں کو یہ غلط فہمی بھی تھی کہ جو عرب نسل سے تعلق رکھتا ہے وہی اعلیٰ و افضل ہے۔ عربی خون اور عربی نسل کی بڑی قدر تھی۔ بیسویں صدی کی قوم پرستی اس وقت عربوں میں ایک خاص شکل و صورت میں موجود تھی۔ (۲)

خود عربوں کے درمیان سرمایہ کی زیادتی اور اولاد کی کثرت خیالی برتری کی بنیاد تھی ہر قبیلہ اپنی کثرت پر ناز اور اپنی دولت پر فخر کرتا تھا۔

---

(۱) نہج البلاغہ شرح خوئی ج ۲ ص ۱۷۳، تاریخ جامع ادیان ص ۴۷۹

(۲) جاهلية القرن العشرين - سید قطب

غارت گری، لوٹ مار، دہشت گردی، حقوق کی پامالی، خیانت و رہزنی اس دَور کی نمایاں خصوصیت ہے۔ کسی کو قتل کر دینا بہادری کہلاتا تھا۔ لڑکیوں کو ننگ و عار سمجھتے تھے۔ فقر اور تنگ دستی سے خوف زدہ رہتے تھے، اس لئے معصوم اور بے زبان لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے یا پھر قتل کر دیتے تھے۔ اگر کسی عرب کو یہ خبر دی جاتی تھی کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کا رنگ اُڑ جاتا تھا، وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاتا تھا اور اس فکر میں ڈوب جاتا تھا کہ اس لڑکی کو کیا کرے۔ ذلّت اور رُسوائی گوارا کرے اور اس کو زندہ رہنے دے، یا مٹی میں دفن کر دے (اور اس طرح اپنے آپ کو ذلّت و رُسوائی سے نجات دلائے، کیونکہ گھر میں لڑکی کا وجود گھر والوں کے لئے ننگ و رُسوائی کا سبب تھا)۔ (۱)

حضرت علی علیہ السّلام لازوال کتاب "نہج البلاغہ" میں اس وقت کے سماج کی منظر کشی ان الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

" اے گروہ عرب! تم اس وقت بدترین (بُت پرستی) کے پیرو تھے اور بدترین سرزمین (جھلستے ہوئے صحراؤں) پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایسی سنگلاخ زمین جس میں زہریلے سانپ تھے، ایسے سانپ جن پر آواز اثر انداز نہیں ہوتی تھی تم انھیں زمینوں میں رہتے تھے، گندا پانی پیتے تھے اور بدمزہ غذائیں کھاتے تھے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے، رشتہ داروں سے دُور رہتے تھے بُت نصب کر رکھے تھے اور گناہوں سے اجتناب نہیں کرتے تھے"۔ (۲)

اس زمانے میں عرب کے رہنے والے فساد و تباہی کے دلدل میں زندگی بسر کر رہے تھے غلط تربیت کی بنا پر وحشی، راہزن اور مفسد بن گئے تھے۔ ساری دُنیا کی طرح خرافات، ضلالت اور

---

(۱) استفادہ از آیات سورہ نحل آیت ۵۸ و ۵۹، اور سورہ اسریٰ آیۃ ۳۱۔ تفسیر المیزان ج ۱۲ ص ۲۹۴

(۲) نہج البلاغہ عبدہ جز اول مطبوعہ دمشق ص ۵۹، فیض الاسلام ج ۱ ص ۸۳

افسانوی رسم و رواج کو مذہب جانتے تھے۔ (۱)

ایسے پست سماج کی اصلاح کے لئے ایک اساسی انقلاب کی ضرورت تھی جو سماج کے ہر گوشہ میں برپا ہو، اور اس انقلاب کا رہبر اور قائد ایک ایسا شخص ہو جو آسمانی ہو اور خداوندعالم کا نمائندہ ہو، تاکہ وہ ہر طرح کی خطا، اشتباہ، ظلم و تعدی اور خود غرضی سے پاک ہو۔ شخصی مفاد کی خاطر دوسروں کا صفایا نہ کرے بلکہ عوام کی اصلاح کی فکر کرے، صرف خدا کے لئے سماج کی اصلاح، فلاح و بہبود کی خاطر معاشرے کی ترقی کے لئے کوشش کرے۔ کیونکہ اگر رہبر اور قائد میں رُوحانی اور معنوی کمالات نہیں ہوں گے اور انسانیت کے اعلیٰ صفات سے متصف نہ ہوگا تو وہ سماج اور معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتا، وہ کسی قوم کو نجات نہیں دلا سکتا۔ یہ تو صرف آسمانی رہبروں کا کام ہے جو خداوند عالم کی وحی کی مدد سے زندگی کے ہر شعبے میں بنیادی انقلاب برپا کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس جدید عالمی انقلاب کا رہبر کون ہے اور اس نے دُنیا میں کیا انقلاب برپا کیا۔

آنحضرتؐ کی ولادت

شہر مکہ تاریکیوں اور خاموشیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ زندگی کے آثار دُور دُور تک نظر نہیں آرہے تھے۔ البتہ چاند اپنی عادت کے مطابق دھیرے دھیرے پہاڑوں کی اوٹ سے گزرتا ہوا ذرا بلندی پر آگیا تھا اور اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی شعاعیں مکہ کے معمولی اور سادہ گھروں اور ریگستانی ذروں پر بکھیر رہا تھا۔

رفتہ رفتہ رات آدھی گذر گئی اور حجاز کے جلتے جھلتے ہوئے صحراؤں پر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ ذرا دیر کے لئے ریگستانوں کے سینوں میں لگی آگ ٹھنڈی ہوئی۔

---

(۱) دائرۃ المعارف طبع سوم ص۲۵۵

ریاکاری سے دور، خلوص کی اس بزم میں ستاروں کی موجودگی نے جن میں اور اضافہ کردیا
صبح ہو چکی ہے، نسیم سحر ہولے ہولے چل رہی ہے۔ مرغان خوش الحان سحر انگیز
نغمے فضا میں منتشر کر رہے ہیں، گویا کسی معشوق سے راز و نیاز کر رہے ہیں۔

اُفق مکہ پر سپیدۂ سحری نمودار ہونے والا ہے مگر سارے شہر پر ایک مبہم سا سکوت
طاری ہے۔ سب گہری نیند سو رہے ہیں، ہاں صرف "آمنہ" بیدار ہیں۔ اور جس درد کا انتظار
تھا، اس کا احساس ہو رہا ہے۔ درد دھیرے دھیرے بڑھتا گیا کہ ناگہاں چند نامعلوم مگر نورانی
عورتیں ان کے کمرے میں آئیں۔ ان کی خوشبو نے جناب آمنہ کو متحیر کر دیا کہ یہ کون ہیں اور
کس طرح یہاں آئی ہیں کیونکہ دروازہ تو بند ہے۔ (۱)

تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ان کا عزیز فرزند متولد ہوا۔ جس چیز کا مہینوں سے انتظار
تھا۔ ۱۷ ربیع الاول کی صبح (۲) اپنے بچے کی صورت دیکھ کر جناب آمنہ کی آنکھیں چمک اٹھیں
اور دل باغ باغ ہو گیا۔

ہر ایک کو اس ولادت کی خوشی تھی "محمدؐ" سے جناب آمنہ کے گھر کے در و دیوار
روشن و منور ہو گئے لیکن اس وقت آمنہ جواں سال شوہر "عبداللہ" کی کمی شدت سے محسوس
کر رہی تھیں، جس وقت وہ شام سے مدینہ واپس آ رہے تھے راستہ میں انتقال ہو گیا تھا
انھیں وہیں دفن کر دیا گیا تھا، اور آمنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تنہا ہو گئی تھیں (۳)

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۲۵

(۲) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۵۰

(۳) کامل التواریخ جزرثانی ص ۱۰، طبقات جلد اول ص ۶۱، بحار الانوار جلد ۱۵ ص ۱۲۵

عجیب بچہ

جس وقت آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی اس وقت زمین و آسمان میں عجیب حادثے رونما ہوئے خاص کر مشرق میں، جو اس وقت کی تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ یہ حوادث خبر رسانی کا اس وقت سب سے سریع ذریعہ تھے جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ دنیا میں کوئی عظیم واقعہ ہوا ہے یہ بچہ تمام فرسودہ رسم و رواج کا خاتمہ کرنے والا اور ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھنے والا تھا، انسانوں کو سعادت کی شاہراہ پر گامزن کرنے والا تھا، لہٰذا ولادت کے پہلے ہی دن سے فرسودہ اور جاہلی نظام کے لئے خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

نوشیرواں کا وسیع و عریض محل، جس کی ابدیت کا خواب دیکھا جا رہا تھا، اسی رات اس میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگورے گر گئے (۱) فارس کے آتشکدہ میں جو آگ ہزار سال سے روشن تھی وہ خاموش ہوگئی (۲)

خیالی خداؤں کے پجاری جن کا تعصب انھیں کوئی اور فکر کرنے نہیں دیتا تھا وہ بھی ان واقعات کے بعد سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ اسی طرح "ساوہ" کے دریا نے خشک ہو کر بیداری کا پیغام دیا۔ (۳)

حلیمہ دائی

برسوں سے عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت مضافات کے کسی قبیلہ میں کراتے تھے، تاکہ دیہات کی صاف ستھری ہوا میں بچہ پروان چڑھے اور عربی کا فصیح لہجہ

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۵۷

(۲و۳) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۵۸ - ۲۶۳

سیکھے، کیونکہ عربی کا فصیح لہجہ اس وقت مضافات کے دیہاتوں میں پایا جاتا تھا۔ (۱)

اس وجہ سے اور اس بنا پر بھی کہ جناب آمنہ کے پاس بچّہ کے لئے کافی دودھ نہ تھا۔ دادا عبدالمطلب کو یہ فکر ہوئی کہ وہ اپنے عزیز فرزند "عبداللہ" کے نورِ نظر کو کس کے سپرد کریں، کافی تلاش کے بعد قبیلہ "بنی سعد" کی پاک دامن خاتون "حلیمہ" پر نظر پڑی۔ قبیلہ بنی سعد اپنی شجاعت اور فصاحت میں کافی مشہور تھا۔ جناب عبدالمطلب نے آنحضرتؐ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا۔

حلیمہ آنحضرت کو اپنے گھر لے گئیں اور اپنے بچوں کی طرح آنحضرتؐ کی حفاظت کرتی تھیں۔ قبیلہ بنی سعد مدتوں سے خشک سالی میں مبتلا تھا۔ زمین سے زیادہ آسمان پیاسا تھا، فقر اور تنگ دستی کا ہر طرف دور دورہ تھا۔

لیکن جس وقت آنحضرتؐ حلیمہ کے گھر تشریف لائے اسی وقت سے خیر اور برکتیں نازل ہونے لگیں۔ فقر اور فاقہ کی زندگی آرام و آسائش میں تبدیل ہونے لگی۔ بچوں کے دھواں دھواں چہروں پر تازگی اور بالیدگی آنے لگی۔ حلیمہ کا خشک پستان دودھ سے لبریز ہو گیا۔ بکریوں اور اونٹوں کی چراگاہیں سرسبز اور شاداب ہو گئیں۔

آنحضرتؐ کی اٹھان بھی دوسرے بچوں سے زیادہ تھی۔ وہ عام بچوں سے تیز دوڑتے تھے اور عام بچوں کی طرح تتلا کر بات بھی نہیں کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی آمد کے بعد قبیلہ بنی سعد کی برکتوں میں ایسا نمایاں فرق ہوا تھا کہ ہر ایک کو اس بات کا احساس تھا اور سب کو آپؐ کی عظمت کا اعتراف تھا۔ ایک مرتبہ حلیمہ کے شوہر "حارث" نے حلیمہ سے کہا "تمھیں معلوم ہے کتنا مبارک بچّہ ہمیں ملا ہے"۔ (۲)

---

(۱) سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۹۹

(۲) اقتباس از بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۳۱۔ ۳۹۵۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۵۹۔ ۱۶۰، سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۹۹

آنحضرتؐ اور طوفان حوادث

ابھی آنحضرتؐ کی عمر کی چھ بہاریں گذری تھیں (۱) کہ آپؐ کی والدہ جناب آمنہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کرنے گئیں اور آپؐ کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔ مدینہ میں رشتہ داروں سے ملاقات کی اور شوہر کی قبر کی زیارت کرکے اپنے عہد کی تجدید کی اور پھر مکّہ واپس آنے لگیں کہ راستہ میں "ابواء" نامی جگہ پر آپ (آمنہ) کا انتقال ہوگیا۔ (۲)

وہ عمر جس میں بچّے کو ماں کی محبتوں اور باپ کی شفقتوں کی بے پناہ ضرورت ہوتی ہے اس عمر میں آپؐ کے سر سے یہ دونوں سائے اُٹھ گئے۔

علامتِ نبوّت

جس طرح پیغمبر اسلام کی ولادت اور اس کے بعد رونما ہونے والے غیر معمولی واقعات آنحضرتؐ کی شخصیت اور عظمت کی ترجمانی کر رہے تھے، اسی طرح بچپن میں آپؐ کی باتیں اور آپ کا کردار آپ کو دوسرے تمام بچّوں سے ممتاز کر رہا تھا۔ جناب عبدالمطلب کو اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا۔ اسی لئے وہ آنحضرتؐ کا غیر معمولی احترام کرتے تھے۔ (۳)

آنحضرتؐ کے چچا جناب ابوطالب کا بیان ہے کہ ہم نے کبھی محمّد سے غلط بیانی اور کوئی نازیبا بات نہیں دیکھی۔ نہ کبھی بے جا ہنستے دیکھا اور نہ کبھی بے جا گفتگو کرتے دیکھا وہ اکثر و بیشتر تنہا رہتے تھے۔ (۴)

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۴۰۲ - ۴۰۵

(۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۸!

(۳-۴) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۸۲، ۴۰۲، ۳۶۶، ۳۳۶

جس وقت آنحضرت صلعم سات سال کے تھے، اس وقت یہودیوں نے کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ پیغمبر اسلام حرام اور مشتبہ غذاؤں کو استعمال نہیں کرتا لہذا بہتر ہے کہ ہم ان کا امتحان لیں، چنانچہ ایک مرتبہ یہودیوں نے ایک مرغ چرا کر ابوطالب کے پاس بھیجا، چونکہ کسی کو علم نہ تھا اس لئے سب نے کھایا لیکن پیغمبر اسلام نے اس کی طرف ہاتھ تک نہ بڑھایا۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ "یہ حرام ہے اور خدا مجھے حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔" اس کے بعد ان لوگوں نے ایک بار اپنے پڑوسی کا مرغ پکڑ لیا اور خیال یہ تھا کہ بعد میں اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔ پیغمبر اسلام نے اس مرغ کی طرف بھی ہاتھ نہیں بڑھایا اور فرمایا کہ "یہ غذا مشتبہ ہے" ___ اس کے بعد یہودیوں نے کہا کہ "یہ بچہ بڑی عظمتوں کا مالک ہے اس کی شان نرالی ہے۔" (۱)

قریش کے سردار جناب عبدالمطلب رسول خدا کے ساتھ ہرگز اس طرح سے پیش نہیں آتے تھے جس طرح دوسرے بچوں کے ساتھ پیش آتے تھے بلکہ بہت ہی عزت اور احترام کرتے تھے۔

جس وقت خانہ کعبہ کے گرد جناب عبدالمطلب کے لئے مخصوص نشست بنائی جاتی تھی اور ان کے فرزند اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے تو ایسا رعب طاری ہوتا تھا کہ کوئی اس جگہ تک جا نہیں سکتا تھا، لیکن آنحضرتؐ اس جاہ و جلال سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ آنحضرت سیدھے وہاں جاتے تھے جہاں جناب عبدالمطلب بیٹھے ہوتے تھے۔ وہ لوگ جو آنحضرتؐ کو وہاں جانے سے روکتے تھے عبدالمطلب ان سے کہتے تھے کہ میرے فرزند کو روکو نہیں، خدا کی قسم اس کی جداگانہ شان ہے۔ اس وقت آنحضرتؐ جناب عبدالمطلب کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے تھے۔ (۲)

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۳۶، ۳۶۶

(۲) بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۴۲، سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۸

بچپن اور جوانی کی کچھ یادیں

آنحضرت کا بچپن یتیمی کے کرب کے ساتھ دادا عبد المطلب اور چچا ابو طالب کی گھنی چھاؤں میں گذرا۔ یتیمی کا رنج ہر رنج سے زیادہ جانگداز ہوتا ہے۔ رنج کے یہ تجربے آنحضرتؐ کی آئندہ زندگی کے لئے بڑے مفید ثابت ہوئے۔

رفتہ رفتہ عمر میں اضافہ ہوتا رہا اور بچپن سے جوانی میں قدم رکھا، جہاں صلاحیتیں اور جذبات پروان چڑھتے ہیں اگرچہ ماں کی محبّت اور باپ کی شفقت سے محروم ہو چکے تھے مگر جناب ابو طالب اپنا اخلاقی فریضہ اور اپنے والد کی وصیت کے مطابق آنحضرت کی برابر حفاظت کرتے رہے۔ ابو طالب کے لئے حضرتؐ تین طرح سے عزیز تھے۔ فرزند تھے، مرحوم بھائی کی نشانی اور اپنے مرحوم پدر کی یادگار تھے۔ لہٰذا حضرتؐ ابو طالب کے گھر کی ایک فرد تھے۔ ابو طالب کے دوسرے بچّوں کی طرح حضرت بھی ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتے تھے۔ جناب ابو طالب آنحضرت کے لئے مہرباں باپ، وفادار چچا اور دل سوز مربّی تھے۔ چچا اور بھتیجے میں اتنی محبت تھی گویا دو قالب ایک جان تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ابو طالب ہر جگہ آنحضرت کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، اپنے ساتھ عرب کے مشہور بازاروں "عکاظ" "مجنہ" اور "ذی المجاز" لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جس وقت جناب ابو طالب کاروان تجارت کے ساتھ شام جانے لگے تو حضرت کی جدائی برداشت نہ کر سکے اور حضرت کو اپنے ہمراہ شام لے گئے۔ حضرتؐ نے اونٹ کے اوپر "یثرب" اور "شام" کا دور دراز سفر کیا۔ (۱)

بحیرا سے گفتگو

جب قریش کا قافلہ "بصریٰ" (۲) کے نزدیک پہونچا، اس وقت گوشہ نشین زاہد بحیرا"

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۰ (۲) بصریٰ شام کا ایک چھوٹا سا شہر

اپنے صومعہ میں تھا، اس نے دیکھا کہ ایک قافلہ آرہا ہے اور قافلہ کے ساتھ ساتھ ابر کا ایک ٹکڑا بھی حرکت کر رہا ہے۔

بحیرا اپنے صومعہ سے نیچے اتر کر ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا اور اپنے خادم سے کہنے لگا کہ قافلہ والوں سے جا کر کہہ دو کہ وہ سب آج ہمارے مہمان ہیں۔

حضرتؐ کے علاوہ ہر شخص اس کے پاس چلا گیا۔ بحیرا نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا وہیں رُکا ہوا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ قافلہ کے تمام افراد یہاں آ گئے ہیں؟ سب نے کہا، ہاں! البتہ ایک جوان جو سن میں سب سے چھوٹا ہے وہ یہاں نہیں ہے۔ بحیرا نے کہا، جاؤ اُس کو بھی بُلا لاؤ۔ جب حضرتؐ چلے تو ابر بھی ان کے ساتھ چلا۔ بحیرا غور سے یہ منظر دیکھتا رہا۔

جب کھانا وغیرہ ختم ہو گیا تو بحیرا نے حضرت سے کہا۔ میں آپ سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو "لات" اور "عزیٰ" کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ ضرور جواب دیں گے۔

حضرتؐ :—— "جن دو ناموں کی تم نے مجھے قسم دلائی ہے سب سے زیادہ انہی دو ناموں سے مجھے نفرت ہے"۔

بحیرا :—— "آپ کو اللہ (خدا) کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے سوالوں کا جواب دیجئے"۔

حضرت :—— "اپنا سوال بیان کرو"۔

مختصر سی گفتگو کے بعد بحیرا حضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا اور آپ کے دست و پا کا بوسہ لیا اور کہا "اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ آپ بشریت کے سردار ہیں"۔

اس کے بعد اس نے قافلہ والوں سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے۔

قافلہ والوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ان کا فرزند ہے۔

بحیرا نے کہا، یہ ان کے والد نہیں ہیں، ان کے والد ان کی ولادت سے پہلے انتقال

کر چکے ہیں۔

ابوطالب نے کہا۔ ہاں وہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا۔ اس جوان کا مستقبل بہت ہی تابناک ہے۔ جو خصوصیات میں اسمیں دیکھ رہا ہوں اگر یہودیوں کو معلوم ہو جائے تو اس کو قتل کر ڈالیں۔ اس جوان کے سلسلے میں یہودیوں سے بہت زیادہ ہوشیار رہیے۔

ابوطالب نے پوچھا۔ "یہ بچہ کیا کارنامہ انجام دے گا؟ اور یہودی کیا کریں گے"۔

بحیرا نے کہا۔ "یہ بچہ مستقبل میں پیغمبر ہو گا، اس پر وحی کا فرشتہ نازل ہو گا۔

ابوطالب نے کہا۔ "خدا یقیناً اس بچہ کی حفاظت کرے گا" (۱) (یہودیوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا)۔

گلّہ بانی

جناب ابوطالب اگرچہ سردار قریش تھے مگر آپ کے اخراجات کے لحاظ سے آمدنی زیادہ نہیں تھی۔ حضرت جوانی کی حدود میں قدم رکھ چکے تھے۔ کوئی کام کرنا چاہتے تھے تاکہ اپنے چچا کا ہاتھ بٹا سکیں۔ لیکن کون سا کام شروع کریں جوان کے مزاج کے مطابق ہو۔ مستقبل میں رسالت کی ذمہ داریاں نبھانا تھیں۔ بے لگام، ضدی، منھ پھٹ لوگوں سے سابقہ پڑنا تھا۔ بے جا رسم و رواج اور جاہلیت کے عادات و اطوار سے مقابلہ کرنا تھا۔ عدل و انصاف کی بلند و بالا عمارت کی بنیاد رکھنی تھی۔ لہٰذا حضرت نے سارے کاموں میں گلہ بانی کو اختیار کیا۔

حضرت اپنے اور رشتہ داروں کے گوسفندوں اور جانوروں کو لے کر مکّہ کے صحرا،

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۱، اعلام الوریٰ ص ۲۶، بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۹۳-۲۰۴

چلے جاتے تھے، ان کو چراتے تھے، ان کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اس سے جو مزدوری ملتی تھی اس سے اپنے چچا کی مدد کرتے تھے (۱) اور صحرا کی تنہائیوں میں کائنات کے اسرار و رموز کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اس مدت میں حضرت تمام خوبیوں کا مجموعہ بن گئے۔ مروت نیک کرداری، سنجیدگی، بردباری، راست گفتاری، امانت داری.... سب چیزیں حضرت میں جمع ہوگئیں۔ اس وقت کی تمام بری عادتوں سے آپ یکسر دور تھے۔ ہر شخص آپ کی بلندیٔ کردار کا قائل تھا۔ آپ محمدؐ "امین" کے نام سے مشہور تھے۔ (۲)

پاک دامنی

جس معاشرے میں حضرت زندگی بسر کررہے تھے، اخلاقی گراوٹیں اس معاشرے کی فضیلتیں شمار کی جاتی تھیں۔ جوان تو جوان حجاز کے بوڑھے بھی بدکرداری میں سب سے آگے تھے۔ یہاں تک کہ ہر گلی اور کوچہ میں بالاخانوں پر سیاہ پرچم مرکزِ فساد کی نشان دہی کرتے تھے اور لوگوں کو بدکرداری اور انحراف کی طرف بلاتے تھے۔

ایسے گندے اور کثیف ماحول میں حضرت نے اپنی جوانی کے پچیس سال گذارے لیکن آپ کے دامنِ کردار پر ماحول کی کثافت کا ذرا بھی اثر نہ ہوا بلکہ دوست و دشمن ہر ایک نے آپ کے کردار کی بلندی کا اعتراف کیا ہے۔

جس وقت جناب خدیجہ سے آپ کی شادی ہوئی اس وقت شعراء نے حضرت کی مدح میں جو اشعار کہے وہ حضرت کے کردار کے آئینہ دار ہیں۔ شاعر جناب خدیجہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ: "اے خدیجہ! دنیا والوں میں تم کو بہت بڑا مرتبہ ملا ہے تم کو سب پر

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷ (فٹ نوٹ)

(۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۳

فوقیت حاصل ہے۔ تم کو محمدؐ جیسا شوہر ملا ہے۔ دنیا کی تمام عورتوں نے آج تک ایسا کوئی بچہ پیدا نہیں کیا۔ تمام اخلاقی اقدار، بلندیاں، حیا و عفت سب اس میں جمع ہیں اور اسی طرح جمع رہیں گی۔" (۱)

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے :۔

"اگر تمام مخلوقات کے ساتھ حضرت کا مقابلہ کیا جائے تو ان کو سب پر فوقیت حاصل رہے گی۔ یقیناً قریش ان کے اخلاق اور کردار کی بلندیوں سے خوب واقف ہیں۔" (۲)

حضرتؐ کی پہلی شادی

جوانی فطری تقاضوں کے ظہور کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت خواہشات سر اُٹھانے لگتی ہیں۔ جب لڑکا اور لڑکی عمر کے اس مرحلہ میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں گھر بسانے کی تمنا جاگنے لگتی ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کا احساس ہونے لگتا ہے تاکہ ان کو سکون دل حاصل ہو جائے۔

اسلام نے اس فطری تقاضے کی سیرابی اور فتنہ و فساد سے محفوظ رہنے کے لئے تاکید کی ہے کہ جوانوں کو جلد شادی کرنا چاہیئے اور یہ بہانہ نہ بنانا چاہیے کہ بعد کے اخراجات کے وسائل ان کے پاس نہیں ہیں۔ (۳)

ہاں اگر زندگی درہم برہم، شادی کے ابتدائی اور بنیادی مسائل بھی فراہم نہیں ہیں تو اس صورت میں عفت اور پاک دامنی کے ساتھ حالات کا انتظار کرنا چاہیئے۔ (۴)

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۱۴
(۲) " " ص ۷۵
(۳) آیت قرآنی سے استفادہ سورۂ نور آیۃ ۳۱، ۳۲
(۴) " " " " " "

حضرتؐ نے اپنی زندگی کے ۲۵ سال اسی طرح کے سخت حالات میں گذارے۔ مالی حالت ایسی نہ تھی کہ حضرت شادی کر سکتے۔ اس لئے حضرت حالات کا انتظار کرتے رہے۔ (۱)

خدیجہ کی پیش کش

جناب خدیجہ دولت مند اور شریف خاتون تھیں۔ دوسرے افراد ان کے سرمائے سے تجارت کرتے تھے اور اپنی مزدوری لے کر نفع حضرت خدیجہ کو دے دیتے تھے۔

جس وقت حضرتؐ کی امانتداری، بلند کرداری کا سارے عرب میں شہرہ ہو گیا تو جناب خدیجہ نے سوچا کہ کیوں نہ حضرتؐ کے ذریعہ تجارت کی جائے۔ خدیجہ نے یہ دریافت حضرت کے درمیان رکھی کہ میں ایک غلام کے ساتھ سرمایہ آپ کو دوں گی تاکہ آپ اس سے تجارت کریں اور آپ کو دوسروں سے زیادہ دوں گی۔

حضرتؐ جناب ابوطالب کی زندگی سے بخوبی واقف تھے کہ ان کے اخراجات کتنے زیادہ ہیں اور آمدنی کتنی محدود ہے، زندگی کس عسرت میں گزر رہی ہے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت خدیجہ کی یہ پیش کش قبول کر لی۔ (۲)

خدیجہ کون؟

خدیجہ "خویلد" کی بیٹی ہیں اور بہت ہی باعزت۔ ان کے دو شوہروں "ابوہالہ" اور "عتیق مخزومی" کا انتقال ہو چکا ہے۔ عمر اگرچہ ۴۰ سال کی ہو چکی ہے مگر برابر شادی کے پیغامات آرہے ہیں اور خدیجہ ہر ایک کو رد کر دیتی ہیں وہ جانتی ہیں کہ یہ پیغام ان کے لئے

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۳، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵، اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۸، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۵۲

(۲) سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۸ طبع ۱۳۷۵ھ، بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۲

نہیں ہے بلکہ ان کی دولت کے لئے ہے۔

شام کا سفر

جس وقت قریش کا قافلہ تجارت کے لئے شام جانے لگا، حضرت نے بھی اپنے سفر کی تیاری کی اور قافلہ میں شامل ہوگئے۔ خدیجہ نے سرمایہ حضرت کے حوالے کرتے ہوئے اپنے غلام "میسرہ" سے کہا کہ تم ان کے ساتھ جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔

اس تاریخی سفر کی جزئیات اس مختصر سے رسالے میں جمع نہیں کی جا سکتیں تاہم اتنا جاننا ضروری ہے کہ یہ سفر بے پناہ برکتیں اپنے دامن میں لئے ہوئے تھا۔ تجارت میں کافی فائدہ ہوا تھا۔ حضرت کی شخصیت اور زیادہ نمایاں ہوگئی تھی۔ عیسائی راہب نے حضرت سے ملاقات کی تھی اور آپ کی رسالت کی پیش گوئی کی تھی (۱) اور یہی سفر شادی کا ذریعہ بھی قرار پایا تھا۔

جب یہ قافلہ اپنا سفر طے کر کے مکہ واپس ہوا تو میسرہ نے سفر کی تمام جزئیات تفصیل سے خدیجہ کو سنادیں (۲)

یہ باتیں سن کر اور ایک عیسائی راہب کی پیشین گوئی سن کر کہ حضرت کی شادی قریش کی ایک بہت ہی باعزت اور محترم خاتون سے ہوگی۔ خدیجہ نے اپنے دل میں ایک خاص لگاؤ محسوس کیا اور حضرت کی شکل میں اپنا درمقصود نظر آیا۔ (۳)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ ۱۳۷۵ھ۔ یہ راہب بحیرا کے علاوہ ہے جس نے بچپن میں پیشین گوئی کی تھی

(۲) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ بیروت ۱۳۸۵ھ

(۳) بحارالانوار ج ۱۶ ص ۲۰۔ ۲۱

اس سے پہلے ان کے چچا "ورقہ بن نوفل" بھی پیغمبروں کے بارے میں کافی باتیں بتا چکے تھے اور بیان کر چکے تھے کہ حضرتؐ نبوت کے بلند مرتبے پر فائز ہوں گے اور خدیجہ سے ان کی شادی ہوگی (۱) ان باتوں نے اس قلبی لگاؤ میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی۔

یہ بات کس طرح حضرتؐ تک پہونچائی جائے۔ کیونکہ خدیجہ کوئی معمولی عورت نہ تھیں قریش کی سب سے زیادہ محترم خاتون تھیں۔

شادی کی پیش کش

خدیجہ نے اپنی سہیلی "نفیسہ" (جو خدیجہ کے رازہائے دل سے واقف تھی) کے سامنے یہ بات رکھی تاکہ وہ حضرت سے گفتگو کرے۔ نفیسہ حضرت کے پاس گئیں اور حضرت سے کہا کہ "آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟"

حضرت نے جواب دیا "میرے حالات شادی کی اجازت نہیں دیتے۔"

نفیسہ نے کہا "اور اگر وہ وسائل فراہم ہو جائیں اور مسائل حل ہو جائیں، ایک شریف خاندان کی دولت مند عورت اس بات پر تیار ہو جائے، کیا اس وقت آپ شادی کریں گے۔؟"

حضرت نے دریافت کیا "وہ عورت کون ہے؟"

نفیسہ نے کہا: "خدیجہ"

اس پر آنحضرت نے کہا کہ اس نے تو قریش کے بڑے بڑے ثروت مندوں کے پیغامات رد کر دیئے ہیں وہ میرے ساتھ شادی کرے گی۔!

نفیسہ نے کہا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے اور میں اس رشتہ کو طے کروں گی۔ (۲)

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۰۔۲۱ (۲) سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۱۵۲، اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۸

جس وقت حضرت کو اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ خدیجہ شادی کرنے کے لئے راضی ہیں حضرت نے ساری باتیں اپنے چچا سے بیان کردیں۔ وہ لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ رشتہ طے ہوا اور خاص اہتمام سے شادی ہوگئی۔ (۱)

حضرت نے شادی کے خاص بہترین ایام یعنی اپنی زندگی کے ۲۵ سال جناب خدیجہ کے ساتھ گزارے۔ خدیجہ حضرت کی صرف شریک حیات نہ تھیں بلکہ حضرت کی بہت بڑی مددگار بھی تھیں (۲) عورتوں میں آپ حضرت پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور اپنا سارا مال و متاع دین مقدس اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے دے دیا۔ (۳)

جناب خدیجہ سے حضرت کی کئی اولادیں ہوئیں۔ قاسم اور طاہر دو فرزند اور ایک بیٹی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔ یہ دونوں فرزند بچپنے ہی میں انتقال فرما گئے (۴)

جناب خدیجہ کی محبّت، فداکاری کی حضرت ہمیشہ قدر کرتے رہے۔ زندگی میں بھی انکے قدرداں رہے اور ان کے انتقال کے بعد بھی برابر یاد کرتے رہے اور جب بھی یاد کرتے تھے غمگین ہوجاتے تھے (۵) کبھی کبھی ان کی یاد میں آنسو بھی نکل آتے تھے۔ جناب خدیجہ کی حیات کا چراغ اگرچہ ۶۵ برس کی عمر میں گل ہوا (۶) لیکن حضرت کا گھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خدیجہ کے نور سے محروم ہوگیا۔

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۵۶ - ۷۳

(۲) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۷، ۱۰، ۱۱ - اعلام الوریٰ ص ۱۴۶

(۳) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۱۰-۱۱ - اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۸

(۴) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۳، اعلام الوریٰ ص ۱۴۶، اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۱۸

(۵) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۸-۱۳

(۶) بحار الانوار ج ۱۶ ص ۸-۱۳

آنحضرتؐ کی شادیاں اور اُس کا فلسفہ
عیسائیوں کے اِلزامات

اٹھارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں عیسائی دانشوروں نے اسلام کے خلاف ایک نئی جنگ کا آغاز کیا۔ یہ جنگ اسلام پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگانے سے عبارت تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ اسلام اور اسلام کے رہبروں پر اتنی کثرت سے الزام لگائے جائیں اور اتنا زیادہ بدنام کیا جائے کہ عوام اسلام اور اسلامی رہنماؤں سے بالکل بدظن ہو جائیں۔(۱)

اس طرح کے تمام الزام اور بہتان کا مدرک متعصب عیسائی قلم کاروں کی کتابیں تھیں جو قرونِ وسطیٰ میں تصنیف اور تالیف کی گئی تھیں خاص کر J.A. Maurc نے پندرھویں صدی میں "دینِ محمدؐ کی رد" نامی ایک کتاب لکھی اور بعد کے مصنفوں نے اسی کتاب کو بنیاد قرار دیکر اسلام کے خلاف خوب الزام تراشیاں کیں۔ عیسائی مصنفین عربی سے ناواقفیت کی بنا پر اسلام کی بنیادی کتابوں سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے اسلام پر جب بھی قلم اٹھایا تو بس اسی کتاب کے مطالعہ پر قناعت کی اور پھر اسلام پر بے بنیاد الزامات عائد کئے۔(۲)

---

(۱) اسلام از نظر ولتر طبع دوم ص ۵
(۲) 〃 〃 〃 〃 ص ۶

وہ مصنفین جن کی "مقدس کتاب" میں پیغمبروں کی طرف بدکاری کی نسبت دی گئی ہے[1]
وہ آنحضرتؐ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"محمدؐ ہوا و ہوس کے دام میں اسیر تھے۔ انھوں نے اپنے پیروکاروں کو
تو صرف چار شادیاں کرنے کی اجازت دی مگر خود انھوں نے کئی شادیاں کیں"[2]

اس طرح کی تحریروں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام سے ناواقف عیسائیوں کو رہبر اسلام سے بدظن کر دیں اور آنحضرتؐ کے کردار اور شخصیت کو داغدار بنا دیں اور اسلام کو پھیلنے سے روک سکیں۔

ان کی یہ کوشش بھی بقیہ دوسری کوششوں کی طرح بے اثر ثابت ہوئی۔ بہت زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حقیقت پسند عیسائی مصنفین نے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی طرف سے دفاع کیا اور بے بنیاد الزامات کے سلسلے میں پیغمبرؐ کی بارگاہ میں معذرت کے طلب گار ہوئے۔

ہم لوگ جو انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں۔ اس طرح کی تمام باتیں بالکل بے بنیاد ہیں مگر وہ لوگ جو عقیدے کی منزل میں ہمارے ساتھ نہیں ہیں، ضروری ہے کہ ان کے لئے حقیقت بالکل واضح کر دی جائے۔

تاریخ کا فیصلہ

حقیقت پسند اور منصف مزاج مصنفین (مسلمان اور عیسائی) نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی شادیاں جنسی خواہش کی بنا پر نہ تھیں کیونکہ ۲۵ سال کی وہ عمر جس میں جنسی تقاضے عروج پر ہوتے ہیں اس عمر میں پیغمبر اسلامؐ نے جناب خدیجہ سے شادی کی جن کی ۴۰ سال تھی اور ان کی دو شادیاں اس سے پہلے ہو چکی تھیں۔

---

(۱) کتاب سیموئل ۲ باب ۱۱

(۲) حیات محمد ص ۳۱۵ مولفہ ہیکل

پیغمبر اسلامؐ نے زندگی کے تقریباً ۲۵ سال جناب خدیجہ کے ساتھ گذارے جبکہ عرب کی دوشیزائیں آپؐ سے شادی کرنے پر فخر محسوس کرتی تھیں مگر پیغمبر اسلامؐ نے کسی ایک سے بھی شادی نہیں کی۔ (۱)

اعتراض کرنے والوں کی حقیقت

اگر اعتراض کرنے والوں سے دریافت کیا جائے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی جوانی تو ایک بیوہ کے ساتھ گذاری اور اس عمر میں کوئی اور شادی نہیں کی لیکن اپنی عمر کے آخری دس سال میں جبکہ بڑھاپا ہے اور اسلام کے داخلی اور خارجی مسائل نے پیغمبر اسلامؐ کو اپنی طرف بالکل مشغول کر رکھا ہے اس دس سال میں پیغمبر اسلامؐ نے متعدد شادیاں کیوں کیں۔

مختلف المزاج اور متضاد اخلاق عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا کیا عیش و طرب کی دلیل ہے؟ وہ شخص جس کی عمر ۵۰ سال سے متجاوز ہے اس کا ایسی لڑکی کے ساتھ زندگی بسر کرنا جو آداب و اطوار سے بھی بخوبی واقف نہیں ہے کیا کوئی آسان کام ہے۔؟ ان باتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے سوائے اس اعتراف کے کہ یہ تمام شادیاں جنسی تسکین کے لئے ہرگز نہیں تھیں۔ اور اس طرح کے جتنے بھی الزامات لگائے گئے ہیں وہ سب تعصب اور عداوت کی بنا پر لگائے گئے ہیں۔

"جون پورٹ" کا کہنا ہے کہ " وہ شخص جو شہوت کا دلدادہ ہو اور ایسے ماحول میں جہاں متعدد شادیاں کرنا عام رواج ہو وہ ۲۵ سال تک کوئی دوسری شادی نہ کرے کیا ایسے شخص کو شہوت پرست کہا جاسکتا ہے۔ (۲)

---

(۱) مروج الذہب ج ۲ ص ۲۸۷

(۲) عذر تقصیر بہ پیشگاہ محمد و قرآن ص ۲۵

آنحضرتؐ کی ازواج

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ کے انتقال کے بعد جن عورتوں سے شادی کی ان میں سے بعض یہ ہیں :۔ سودہ ، عائشہ ، غزیہ ، حفصہ ، ام حبیبہ ام سلمہ ، زینب بنت جحش ، زینب بنت خزیمہ ، میمونہ ، جویریہ اور صفیہ (۱)

ان عوامل واسباب پر ایک نظر ڈالتے ہیں جن کی بنا پر رسول خداؐ نے متعدد شادیاں فرمائیں ــــــــ

رسول خدا کی شادیوں کے چند اسباب ہو سکتے ہیں :

(۱)

جن لوگوں نے عزت وآبرو کے ساتھ خوش حالی کی زندگی بسر کی ہو لیکن ان کے سرپرست کے انتقال کے بعد ان کی عزت اور ان کا ایمان خطرات سے دوچار تھا ان کے قبیلہ والے انھیں شرک وکفر پر مجبور کرتے تھے ۔ جیسے جناب "سودہ" حبشہ کی ہجرت کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وہ لاوارث ہوگئیں ۔

اس وقت جناب خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ رسولؐ خدا نے جناب "سودہ" سے عقد فرمایا۔ (۲)

"خزیمہ" کی بیٹی "زینب" شوہر کے انتقال نے ایک طرف لاوارث بنا دیا اور دوسری طرف فقر وفاقہ نے گھیر لیا۔ درانحالیکہ اتنی زیادہ سخی اور دل والی تھیں کہ "ام المساکین" (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے مشہور تھیں۔ رسول خدا نے زینب کی عزت وآبرو کی حفاظت

---

(۱) بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۰۴ - ۲۰۰

(۲) حیات محمد تالیف ہیکل ص ۳۱۹

کی خاطر ان سے عقد فرمایا اور رسولؐ خدا کی زندگی ہی میں جناب زینب کا انتقال ہوگیا (۱)

"ام سلمہ" سن رسیدہ اور کچھ یتیم بھی ان کی کفالت میں تھے مگر بہت ہی زیادہ صاحب ایمان تھیں اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان کے ساتھ عقد فرمایا۔ (۲)

(۲) رسول خداؐ نے بعض شادیاں جاہلیت کے رسم و رواج کی عملی مخالفت اور اسلامی قوانین کی عملی وضاحت کی خاطر کی تھیں۔ "زینب بنت جحش" رسول اللہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، ان کی شادی اپنے منھ بولے فرزند" زید بن حارثہ" سے کردی تھی۔ خود یہ شادی جاہلی امتیازات کے خلاف تھی کیونکہ زینب عبدالمطلب کی نواسی تھیں اور اس معاشرے میں ان کی خاص اہمیت تھی اور زید ایک غلام تھے جن کو رسول خداؐ نے آزاد کردیا تھا۔

زینب ہر وقت اپنے خاندانی وقار اور بزرگی کے گن گایا کرتی تھیں جس کی بنا پر تعلقات کشیدہ ہوگئے اور زندگی تلخ ہوگئی تھی۔ پیغمبرؐ نے بہت سمجھایا مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخرکار زید نے طلاق دے دی۔ (۳)

جب طلاق ہوگئی تو خداوند عالم کے حکم سے پیغمبر اسلام نے ان سے عقد فرمایا، تاکہ جاہلیت میں جو بلاوجہ کی رسم رائج ہے اس کا خاتمہ ہوجائے (کیونکہ جاہلیت میں منھ بولے فرزند کو اپنا حقیقی فرزند تصور کیا جاتا تھا اور جس سے اس کی شادی ہوجاتی تھی پھر منھ بولا باپ اس سے شادی نہیں کرسکتا تھا)۔ (۴)

بے جا اعتراض

اس مسئلہ میں عیسائی مصنفین نے ایسی کج فہمی اور کج فکری کا مظاہرہ کیا ہے

---

(۱) ماخذ سابق ص ۳۲۰ و بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۰۳

(۲) حیات محمد ص ۳۲۱ (۳) بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۱۴-۲۱۸

(۴) سورۂ احزاب آیۃ ۳۷

جس کی کوئی حد نہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

"رسول خدا ؐ زینب کے حسن پر فریفتہ ہو گئے تھے۔"

تمام تاریخیں اور عقلی دلائل اس قول کی بیہودگی پر گواہ ہیں ــــــ اگر آنحضرت ؐ کے خیالات اس طرح کے تھے کہ وہ زینب کے حسن پر فریفتہ ہو جائیں تو رسول ؐ خدا نے اس وقت شادی کیوں نہیں کی جب زینب دوشیزہ تھیں اور رسول خدا ابھی جوان تھے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ رسول خدا کو ان کے حسن کی خبر نہ ہو کیونکہ آپ ؐ زینب کے قریبی رشتہ دار تھے۔

(۳) رسول خدا نے بعض عقد اسیروں کو آزاد کرنے کے لئے کئے جیسے کہ "جویریہ" سے عقد۔

جویریہ ایک بڑے قبیلے "بنی مصطلق" سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس قبیلہ کے افراد اسلام سے جنگ ہارے اور اسیر ہو گئے۔ قبیلہ کے سردار "حارث" کی بیٹی "جویریہ" سے پیغمبر اسلام ؐ نے عقد فرمایا۔ جس وقت مسلمانوں نے یہ دیکھا کہ جنگی قیدی اب رسول خدا کے رشتہ دار ہو گئے ہیں تو کافی قیدیوں کو آزاد کر دیا اور "ابن ہشام" کے بقول اس شادی کی برکت سے بنی مصطلق کے تنسو گھرانے آزاد ہو گئے۔ (۱)

(۴) پیغمبر اسلام نے بعض شادیاں بڑے قبیلوں سے تعلقات اور ان کی تخریبی کوششوں کو روکنے اور داخلی سیاست پر قابو پانے کے لئے کی تھیں جیسے، ام حبیبہ، صفیہ اور میمونہ۔

"ام حبیبہ" ابوسفیان کی بیٹی، اس خاندان کی فرد ہیں جس سے پیغمبر ؐ کی جانی دشمنی تھی۔ ان کا شوہر حبشہ میں اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی ہو گیا اور انتقال کر گیا۔ جس کی بنا پر ام حبیبہ کو سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ خود مسلمان تھیں اور ان کا باپ

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۹۵

ابوسفیان اسلام کا سخت مخالف تھا، اس نے اپنی لڑکی کو پناہ نہ دی، جس سے ام حبیبہ کے حالات اور خراب ہوگئے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے ام حبیبہ کی سرپرستی اور خاندانِ بنی اُمیّہ کی دشمنی کو کم کرنے کے لئے ان سے شادی کرلی۔ (۱)

"صفیہ" قبیلہ "بنی نضر" کے سردار "حی بن اخطب" کی بیٹی تھیں۔ جب یہودی قیدی مسلمانوں میں تقسیم کئے گئے تو پیغمبر اسلام نے صفیہ کی شخصیت کے تحفظ کے لئے ان سے شادی کرلی ـــــ اور اس طرح بنی اسرائیل کے ایک بڑے قبیلہ سے رشتہ قائم ہوگیا۔ (۲)

"میمونہ" ایک بڑے قبیلہ "بنی مخزوم" کی فرد تھیں، ۷ھ میں رسولؐ خدا نے اُن سے عقد فرمایا۔ (۳)

عائشہ کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ کی تمام ازواج بیوہ تھیں اور اکثر کی جوانیاں گذر چکی تھیں یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی تمام شادیاں ایک عظیم مقصد کی خاطر تھیں اور حرص و ہوس کے تمام الزامات پیغمبر اسلام پر کسی بھی طرح منطبق نہیں ہوتے۔

آنحضرتؐ کی شخصیت بعثت سے پہلے

ماہرین نفسیات اس بات کے معتقد ہیں کہ سماج اور ماحول شخصیت اور افکار کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ہماہنگی اور ہمرنگی انھیں بھی سماج کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔

---

(۱) اصابہ و استیعاب ص ۳۰۵، موسوعۃ آل النبیؐ ص ۳۶۹ ـ ۳۷۰، سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۳، اعلام الوریٰ ص ۱۴۱

(۲) موسوعۃ ص ۳۴۵، اعلام الوریٰ ص ۱۴۲

(۳) بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۰۳، سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۷۲، موسوعۃ ص ۴۰۴

اس سلسلے میں بعض ماہرین بہت آگے بڑھ گئے ہیں اور اس اصول کو ناقابل تردید تسلیم کرتے ہیں اور سماج کی تمام چیزوں کا اسی اصول کے تحت تجزیہ کرتے ہیں۔ بہر حال انسان کی شخصیت اور اس کے افکار پر معاشرے کا اثر ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی بنا پر تقویٰ، پرہیزگاری اور فضیلتوں کا ماحول بچوں کو متقی، پرہیزگار اور بافضیلت بنائے گا۔ ایک فاسد اور تباہ حال ماحول انسان کو مفسد اور تباہ حال بنائے گا۔ وہ لوگ جو آلودہ اور فاسد ماحول سے اپنے کو جدا رکھیں وہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہیں۔(۱)

اسلام سے پہلے عرب کا ماحول

ساری دنیا اور خاص طور پر جزیرۃ العرب جہالت کے دلدل میں ڈوبا ہوا تھا اور عرب کے قبائل فساد اور خرافات کی آگ میں جل رہے تھے۔ جہالت کے گھنگور بادلوں نے عربوں کی ساری زندگی کو تیرہ و تاریک بنا دیا تھا۔ مال و متاع برباد ہو رہا تھا اور خونِ ناحق ہر طرف بہہ رہا تھا۔

سب سے زیادہ شرمناک اور افسوس ناک بات تو یہ تھی کہ بے جان مجسموں کی پرستش ہو رہی تھی(۲) توہمات اور طبقاتی اختلاف نے خطرناک شکل اختیار کر لی تھی اور جس کا کہیں سراغ نہیں مل رہا تھا وہ انصاف اور قانون تھا۔ سنگ دل سرمایہ دار غریبوں کی محنتوں کا استحصال کر رہے تھے، یتیموں کا خون اور بیواؤں کی کمائی لوٹ رہے تھے اور ہر طرف اپنی بڑائی جتا رہے تھے، خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو ذلیل تصور کرتے تھے۔

---

(۱) رہبران بزرگ و مسولیتهای بزرگ تر ص ۳۷ طبع دوم

(۲) تاریخ تمدن ویل دورانٹ کتاب چہارم ترجمہ ابو القاسم پائندہ ج ۱۱ ص ۱-۱۰، الدرۃ البیضاء فی شرح خطبۃ الزہراء ص ۲۷-۵۴،

تجارت کا قانون اتنا زیادہ نامناسب تھا کہ شوہر کا قرض بیوی سے وصول کرتے تھے اور نادار اور غریب زوجہ کے قرض کے بارے میں شوہر کو قید کرتے تھے۔ (۱)

علم و کمال حاصل کرنے کے بجائے اپنی کثرت اور بزرگوں کی عزت پر ناز کرتے تھے اور بسا اوقات اپنے قبیلے کی کثرتِ تعداد ثابت کرنے کے لئے قبرستان جاکر قبریں شمار کرتے تھے اور اس طرح اپنی تعداد میں اضافہ کرتے تھے۔ (۲)

شہوت رانی، شراب خوری اور خون ریزی ان کی روزمرہ کی عادت تھی (۳) عرب کے مشہور و معروف شاعر "امرؤالقیس" نے اپنی چچازاد بہن "عنیزہ" سے عشق و ہوس کی تفصیلی داستان نظم کی ہے جس میں بوس و کنار کا بڑی بے شرمی سے تذکرہ کیا ہے اور یہی وہ قصیدہ ہے جو ان سات قصائد میں شامل ہے جن کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا اور جنھیں سبعہ معلقات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۴)

یہ تھی عرب سماج کی اخلاقی اور کرداری حالت۔ اسی تاریک اور گھٹاٹوپ ماحول میں نورِ اسلام چمکا۔

ظاہر سی بات ہے جو ایسے ماحول میں رہنے کے باوجود اس سے متاثر نہ ہو بلکہ اس کے خلاف آواز اٹھائے وہ یقیناً ایک عظیم شخص اور ملکوتی انسان ہوگا۔ وہی تباہ حال انسانیت کی ساحلِ نجات تک رہبری کرے گا۔

---

(۱) دائرۃ المعارف فرید وجدی ج ۶ ص ۲۵۰۔

(۲) مجمع البیان ج ۱۰ ص ۵۳۴ طبع جدید

(۳) العصر الجاهلی دکتر سوقی خیف

(۴) شرح المعلقات السبع للزوزنی ص ۳

انبیاء سماج کے رہنما تھے پیروکار نہیں

سب کے سب بتکدے کی طرف جا رہے تھے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ حرا کی طرف جا رہے تھے (۱) جہاں وہ خداوند عالم کی عظمتوں کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ (۲)

خداوند عالم کی خاص عنایتوں کی بنا پر آنحضرتؐ نے ابتدا ہی سے اپنا راستہ دوسروں سے الگ معین کر لیا تھا کسی خوف وہراس واضطراب کے بغیر وہ معاشرے کی غلط باتوں پر تنقید کرتے تھے اور قوم کے غلط رسم ورواج کے سخت مخالف تھے۔ (۳)

ایک لحظہ بھی بتوں کی پرستش نہیں کی بلکہ بتوں کے نام سے سخت بیزار تھے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ:

جس وقت آپؐ بارہ سال کے تھے اور "بحیرا" راہب نے "لات" و "عزیٰ" نامی دو بتوں کی قسم دی تھی اس وقت آنحضرتؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ انہی دو چیزوں سے مجھے نفرت اور دشمنی ہے۔ (۴)

آپؐ کی پاکیزگی اور عظمتوں کا چرچا ہر ایک کی زبان پر تھا، اور آپؐ کی امانتداری کی بنا پر لوگوں نے آپؐ کو "امین" کا لقب دیا تھا اور انہیں صفات کو دیکھ کر جناب خدیجہ نے تجارت کے لئے اپنا سرمایہ آپ کے سپرد کیا تھا۔

آپؐ کا اخلاق اور انداز اتنا دل نشین تھا کہ ہر ایک آپ کا گرویدہ تھا۔

"عمار" کا بیان ہے کہ بعثت سے پہلے میں اور محمدؐ گلہ بانی کیا کرتے تھے، ایک روز

---

(۱) سورۂ عنکبوت آیۃ ۴۸ (۲) بحار الانوار ج ۱۸ ص ۲۸۰

(۳) بحار الانوار ج ۱۸ ص ۲۸۱ - ۲۷۷، نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۸۲

(۴) اعلام الوریٰ طبع نجف ص ۱۸ - ۱۷، بحار الانوار ج ۱۵ ص ۴۱۰

میں نے ان سے کہا کہ آیئے فخ کی چراگاہ کی طرف چلیں۔ آپ نے قبول کیا۔ دوسرے دن جب میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ محمدؐ پہلے سے وہاں موجود ہیں لیکن اپنے گوسفندوں کو نہیں چرا رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ گوسفندوں کو چرنے کیوں نہیں دیتے۔ کہنے لگے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا لہذا مجھے اچھا نہیں لگا کہ تمھارے گوسفندوں سے پہلے اپنے گوسفندوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دوں۔ (۱)

اس طرح آنحضرتؐ ایک دوسرے راستے کی طرف گامزن تھے اور اپنے معاشرے کے عادات و اطوار سے بالکل متنفر تھے اور ایک غیبی طاقت کے زیر سایہ اپنی زندگی گزار رہے تھے۔

اسی بنا پر لوگ بے انتہا احترام کرتے تھے اور اپنی مشکلات کا حل دریافت کرتے تھے اور آپؐ کی رائے کو کافی اہمیت دیتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

حجر اسود کی تنصیب اور آنحضرتؐ کا فیصلہ

پیغمبر اسلامؐ نے زندگی کی ۳۵ ویں بہار میں قدم رکھا۔ قریش نے یہ طے کیا کہ کعبہ یعنی خانۂ خدا کی تعمیر اچھے انداز میں کریں۔ قریش کے تمام قبائل نے عز و وقار کے حصول کی خاطر تعمیر کا ایک ایک حصہ اپنے ذمہ لیا۔

سب سے پہلے "ولید" نے کعبہ کو گرانا شروع کیا اس کے بعد دوسروں نے ہاتھ بٹایا۔ یہاں تک کہ وہ پائے نمودار ہو گئے جن کو جناب ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا۔ ہر قبیلہ نے ایک ایک حصہ کی تعمیر شروع کر دی۔ جب دیواریں اس بلندی تک پہونچ گئیں کہ "حجر اسود" نصب کیا جائے، اس وقت قبیلوں کے درمیان سخت اختلافات ہو گئے کیونکہ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسی کو ملے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۱۶ ص ۲۲۴

رفتہ رفتہ کشیدگی بڑھتی گئی اور مل جل کر کام کرنے والے ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئے "عبدالدار" کے بیٹوں نے ایک بڑے کاسہ کو خون سے بھر کر اپنے ہاتھ رنگین کئے اور اس طرح مرنے کی قسم کھائی۔ چار پانچ راتیں اسی طرح کی باتوں میں گزر گئیں۔ یہاں تک قریش کے سب سے زیادہ سن رسیدہ "ابوامیہ" نے یہ تجویز پیش کی کہ اس وقت جو مسجد میں سب سے پہلے داخل ہو اسی کو اس مسئلے میں حکم قرار دیا جائے اور اس کا فیصلہ ہم سب قبول کرلیں اور مسئلہ حل ہو جائے۔

قریش نے یہ بات تسلیم کرلی اور سب لوگ آنے والے کا انتظار کرنے لگے کہ اتنے میں پیغمبر اسلام تشریف لائے۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں پیغمبر اکرمؐ پر پڑیں تو کہنے لگے یہ تو "امین" ہیں، یہ محمدؐ ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

آنحضرتؐ کو واقعات کی کوئی خاص اطلاع نہیں تھی، لوگوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ایک چادر لے آؤ۔ بغیر کچھ دریافت کئے قریش فوراً چادر لے آئے آنحضرتؐ نے وہ چادر بچھائی اور "حجرِ اسود" اس میں رکھ دیا اور فرمایا، ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کا ایک حصہ پکڑ لے تاکہ سب کو یہ شرف مل جائے۔ قریش نے ایک ایک گوشہ پکڑ لیا، اس طرح حجر اسود کو وہاں تک لائے جہاں اسے نصب کرنا تھا۔ آنحضرتؐ دیکھ رہے تھے کہ اگر تنصیب کسی کے حوالے کردی جائے تو ابھی جنگ ہو جائے گی، اس لئے آنحضرتؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود اٹھا کر اسے اس کی جگہ نصب کر دیا، اور اس طرح یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ (۱)

اس واقعہ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سماج میں آنحضرتؐ کو کیسا بلند مقام حاصل تھا۔ اور آپؐ کی شخصیت کا کتنا احترام تھا اور یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپؐ نے کس خوبصورتی سے وہ مسئلہ حل کر دیا جس میں خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۲۔ ۱۹۷ طبع ۱۳۷۵ھ، بحارالانوار ج ۱۵ ص ۳۳۷۔ ۴۱۲

آنحضرتؐ کی جامع رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب زندگی کے چند ورق پیش کئے گئے ہیں، اور زندگی کے نشیب و فراز کی چند تصویریں سامنے آئیں۔ اب ہم اس کے اس حصہ کی نشاندہی کرنے جا رہے ہیں جو سب سے زیادہ حساس اور باعظمت ہے۔ جس ماحول میں چالیس برس زندگی گزاری، وہ ماحول ہر قید و بند سے آزاد تھا۔ تمدن اور ثقافت کے آثار کہیں بھی نظر نہ آتے تھے، انسانیت کا نام و نشان نہ تھا۔ سماج میں ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔
سماج کی یہ حالت دیکھ کر بہت ہی زیادہ افسردہ خاطر ہوتے۔ کبھی خانہ کعبہ تشریف لے جاتے تو خدائے واحد کے بجائے خود ساختہ بتوں کی پرستش دیکھتے اور لوگوں میں آتے تو ان کی حالت دیکھ کر اور زیادہ کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ ان کی عادات و اطوار دیکھ کر رنجیدہ ہوتے، فقیروں اور مزدوروں کی حالت پر افسوس کرتے۔

عورتوں کو پستی کی آخری منزل پر پہونچا دیا گیا تھا، ہر سمت قمار، شراب، قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔

جس زمانے میں آپ تجارت کر رہے تھے تو لوگوں کے متضاد اخلاق و کردار سے آپ کو دلی صدمہ ہوتا تھا، لہٰذا سماج سے دور ایک گوشہ تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے تھے، اور اطمینان قلب کا سامان فراہم کرتے تھے۔ خدا کی رحمت و حکمت کے آثار ہر طرف ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

زندگی کا چالیسواں برس

آنحضرتؐ نے زندگی کی چالیسویں بہار میں قدم رکھا اور آسمانی و عالمی رسالت کے

(۱) بحار الانوار ج ۱۸ ص ۲۰۶

آغاز کا وقت آپہونچا۔ ایک دن آپؐ غار حرا میں عبادت کر رہے تھے کہ جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ "پڑھیے"۔ ایسا کیف و انبساط کا عالم تھا کہ جبرئیل نے کہا کہ پڑھیے اور اس طرح آپ کو رسالت کی بشارت دی۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ "پڑھیے، اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھیے۔ آپ کا پروردگار سب سے زیادہ صاحب کرم ہے۔ وہ خدا جس نے لکھنے کی تعلیم دی اور انسان کو وہ چیزیں تعلیم دیں جسے وہ نہیں جانتا تھا" (۱)

غارِ حرا سے باہر آئے تو ایک نشاط کا عالم تھا، ایک خاص قوت کا احساس تھا، رسالت کا آغاز تھا۔ بڑا ہی اطمینان تھا ذرا بھی پریشانی اور اضطراب نہ تھا، ایک یقین تھا جو رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔

بعض نادان بلکہ خود غرض مستشرقین یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ غارِ حرا میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور انجیل وغیرہ کے مطالعہ میں مشغول تھے (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی اور آپ نے خود ہی ایک دین ایجاد کر لیا۔

(۱) اگر آنحضرتؐ نے تعلیمات کو انجیل سے حاصل کیا ہوتا تو قرآنی مطالب انجیل اور توریت سے ہم آہنگ ہوتے، درآنحالیکہ قرآن اور انجیل میں بہت بڑا تفاوت ہے۔

(۲) قرآن کی فصاحت و بلاغت نے بڑے بڑے ادیبوں کو اس اعتراف پر مجبور کر دیا ہے کہ قرآن انسان کا کلام نہیں ہے اور آنحضرتؐ نے یہ قرآن خداوند متعال کی طرف سے پہونچایا ہے۔ قرآن کے جملے اور ترتیب کسی کتاب میں نہیں ہے تاکہ یہ کہا جا سکے

---

(۱) سورہ اقراء (عظیم مفسروں کا قول ہے کہ یہی سورہ سب سے پہلے آنحضرتؐ پر نازل ہوا)

(۲) عذر تقصیر بہ پیشگاہ محمد و قرآن ص ۱۹

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

کہ اس کتاب سے اقتباس کیا گیا ہے۔

(۳) کسی بھی معتبر ماخذ میں اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

(۴) اگر قرآن توریت و انجیل کے مطالعہ کا نتیجہ تھا تو جس وقت قرآن نے جواب مانگا تھا انجیل و توریت سے اس کا جواب دیا جا سکتا تھا۔

(۵) ہر ایک اس بات کا معترف ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی کے بھی سامنے زانوئے ادب تہہ نہیں کیا۔ (۱)

وحی کیا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند عالم اور انبیا علیہم السّلام کے درمیان ایک خاص ربط تھا۔ یہ حضرات اس مبدا کائنات سے حقائق حاصل کرتے ہیں اور یہ ان کے نفس کی پاکیزگی اور روح کی بلندی کی دلیل ہے۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ انبیاء کا سارا سرمایہ وحی کی بنا پر ہے اور یہی ان کی عظمتوں کا راز ہے۔ انبیاء جو کچھ بھی فرماتے تھے اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہوتا بلکہ ان کو اپنی بات کے حق ہونے کا سو فیصد یقین ہوتا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان باتوں کا سرچشمہ کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی باتیں "کشف" کی کرامات نہ تھیں جو مسلسل زحمت اور مشقت کے بعد حاصل ہو جایا کرتی ہیں۔ کیونکہ جو حضرات "کشف" کے ذریعہ کچھ حاصل کرتے ہیں انھیں اپنی باتوں پر پورا پورا یقین نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کی بتائی ہوئی باتیں بسا اوقات غلط ثابت ہوتی ہیں جبکہ انبیاء علیہم السلام کے یہاں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے۔

اسی لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ دوسرے تمام صاحبان کشف و کرامات سے جدا ہے

---

(۱) عذر تقصیر بہ پیش گاہ محمدؐ و قرآن ص ۱۸

اور اتنا واضح ہے کہ ہر ایک اس کو باقاعدہ درک کر سکتا ہے۔ اس بنا پر وحی اس "ارتباط" کا نام ہے جو انبیاء اور خدا کے درمیان جبرئیلؑ کے ذریعہ برقرار ہے البتہ کبھی یہ ارتباط فرشتہ، وحی کے بغیر بھی برقرار ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے وحی کو جدید علوم کے پیمانے میں ناپنے کی کوشش کی ہے مگر ان کی کوشش ابھی تک کسی منزل تک نہیں پہونچی ہے۔

مرسلِ اعظمؐ کی تبلیغی روش

آنحضرتؐ غارِ حرا سے باہر تشریف لائے اور گھر تشریف لے گئے۔ جب غارِ حرا تشریف لے گئے تھے اس وقت تک رسالت کی بشارت نہیں ملی تھی اب جب وہاں سے واپس آرہے ہیں تو رسالت کی ذمہ داریوں کے ساتھ واپس آرہے ہیں۔ اس وقت ان تمام پیشین گوئیوں نے حقیقت کا لباس پہن لیا تھا جس کی طرف "بحیرا" نے اشارہ کیا تھا۔

پیغمبر اسلامؐ کو اپنی رسالت اور نبوت کا یقین کامل تھا اور اسی یقین کے ساتھ وہ گھر تشریف لے جا رہے تھے ایسا ہرگز نہیں تھا کہ اس واقعہ کے بعد پیغمبر اسلامؐ کو اپنی رسالت کا یقین نہ ہوا ہو اور جب جناب خدیجہ نے تصدیق کی ہو تب انھیں معلوم ہوا ہو ___ کیونکہ خدا کسی کو جب رسالت کی ذمہ داریاں سپرد کرتا ہے تو اس کو اس کی رسالت کا یقین بھی دلا دیتا ہے، تاکہ نبی عزم و استقلال کے ساتھ دنیا کی اصلاح کر سکے۔

مُرسلِ اعظمؐ کا انتظار

بعثت کے واقعہ کی بنا پر پیغمبر اسلامؐ اس دن دیر سے گھر تشریف لائے ابتک ایسا نہیں ہوا تھا اسلئے جناب خدیجہ فکرمند تھیں کہ اتنے میں حضرتؐ تشریف لائے۔ خدیجہ نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی حضرتؐ نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ خدیجہ کو

مدتوں سے اسی بات کا انتظار تھا کیونکہ وہ اپنے غلام "میسرہ" سے سُن چکی تھیں کہ عیسائی راہب نے شام کے سفر میں آنحضرتؐ کے بارے میں کیا بشارت دی تھی اور اس کے علاوہ عیسائی اور یہودی علماء بھی بشارت دے چکے تھے کہ محمدؐ ایک عظیم الشان پیغمبر ہیں، لہٰذا فوراً ہی آنحضرت کی رسالت و نبوّت پر ایمان لے آئیں اور اپنے ایمان کا اعلان بھی کر دیا، اور اس طرح عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف جناب خدیجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مخصوص ہو گیا۔ (۱)

حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لانے والے

جس زمانے میں عرب میں زبردست قحط پڑا تھا اور جناب ابوطالب کی اقتصادی حالت کوئی خاص بہتر نہیں تھی۔ رسُول خدا نے چچا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علیؑ کو اپنے ساتھ لے لیا (۲) اور ایک مہربان باپ کی طرح حضرت علیؑ سے پیش آئے حضرت علی آنحضرتؐ کے گھر میں رہتے تھے اور وہیں پروان چڑھ رہے تھے۔ دل وجان سے آنحضرتؐ کی پیروی کیا کرتے تھے انھیں کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ آپ کو آنحضرت کی شخصیت کا باقاعدہ اندازہ تھا اسی بنا پر دس سال کی عمر میں بصیرت کے تمام مراتب کے ساتھ اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور اس طرح سابق الایمان ہونے کا شرف کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکا۔ (۳)

نماز

خدا کی وحدانیت کے بعد سب سے پہلی چیز جو آنحضرتؐ کی اُمّت پر واجب کی گئی وہ نماز

---

(۱) مناقب ج ۱ ص ۴۲

(۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۴۶، بحار الانوار ج ۱۸ ص ۲۰۸

(۳) " " ج ۱ ص ۲۴۵، بحار الانوار ج ۱۸ ص ۱۸۸، الغدیر ج ۳ ص ۲۱۹ - ۲۴۱، تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱۶

تھی۔ نماز خدا اور انسان کے درمیان بنیادی ارتباط اور اس کی بے پناہ نعمتوں کے اعتراف کا نام ہے اور یہیں سے نماز کی عظمتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم اور تمام اسلامی رہبروں نے نماز کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ ان ہستیوں نے فرمایا ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے۔" (۱)

"اگر کوئی نماز کو سبک خیال کرے گا تو آخرت میں وہ ہماری شفاعت سے محروم رہے گا۔" (۲) بہرحال خداوند عالم نے جبرئیل کے ذریعہ نماز واجب کی اور اس کی تمام شرائط اور طریقے بھی بتا دیئے۔ آنحضرت ؐ نے نماز حضرت علی اور جناب خدیجہ کو بتا دی اور اس طرح یہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جانے لگی۔ (۳)

تین سال علمی تبلیغ

بعثت کے بعد پیغمبر اسلام ؐ تین سال تک خفیہ تبلیغ کرتے رہے کیونکہ عرب کا ماحول اتنا زیادہ بگڑا ہوا تھا کہ شرک و بت پرستی اتنی زیادہ عام تھی کہ علی الاعلان تبلیغ کرنے کا کوئی موقعہ نہیں تھا اور نہ حالات اس کی اجازت دے رہے تھے لہٰذا پیغمبر اکرم ؐ نے عملی تبلیغ شروع کی۔ عربوں کی عبادت یہ تھی کہ وہ تالیاں بجاتے تھے، سیٹی بجاتے تھے۔ آنحضرت ؐ نے نماز (جو اسلامی معارف کا مجموعہ ہے) کی صورت میں خدائے واحد کی عبادت کی۔

"مسجد الحرام" اور "منیٰ" جیسی اجتماعی جگہوں پر تمام مخالفین کے روبرو حضرت علی اور جناب خدیجہ کے ساتھ نماز با جماعت پڑھ کر بت پرستی کی عملی مخالفت کی۔ (۴)

---

(۱) وسائل الشیعہ طبع دوم سنہ ۱۳۸۴ھ ج ۱۷، ۱۶

(۲) ماخذ سابق

(۳) اعلام الوریٰ ص ۷، ۳، کتاب جامع احادیث الشیعہ ج ۲ ص ۱۳۱۔ البتہ اس وقت تمام نمازیں ۲، ۲ رکعت تھیں

(۴) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۲۲۔

" عفیف " نامی ایک تاجر کا بیان ہے کہ تجارت کی غرض سے عبد المطلب کے فرزند عباس کے پاس گیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد الحرام میں داخل ہوا، آسمان اور سورج پر ایک نگاہ کی اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک عورت اور ایک بچہ آیا۔ انھوں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ میں نے عباس سے دریافت کیا کہ یہ کون سا دین ہے جس کی مجھے اطلاع نہیں ہے ؟

عباس نے کہا۔ یہ شخص عبد اللہ کا فرزند محمدؐ ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اس کا پروردگار ہے وہی آسمان اور زمین کا بھی پروردگار ہے۔ خداوند عالم نے اس کو لوگوں کی ہدایت کے واسطے مبعوث کیا ہے اور اس وقت ان تین کے علاوہ اس دین کا کوئی اور ماننے والا نہیں ہے۔ یہ عورت جسے تم دیکھ رہے ہو یہ خدیجہ ہے خویلد کی بیٹی ، اور یہ لڑکا ابو طالب کا فرزند علی ہے۔ (۱)

آنحضرتؐ اسی طرح تبلیغ کرتے رہے اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا مخالفین نے ہزار کوشش کی مگر ناکام رہے ، اور جب علی الاعلان تبلیغ کرنے کے لئے زمین ہموار ہو گئی تو ذمہ داری بھی آنحضرتؐ کے سپرد کر دی گئی۔

دعوتِ ذُوالعشیرہ اور پہلا معجزہ

مرسلِ اعظمؐ کی عملی تبلیغ اور ایمان لانے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے علانیہ تبلیغ کے لئے زمین ہموار کر دی۔ خداوند عالم نے پیغمبر اسلامؐ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دیں۔ (۲)

---

(۱) اعلام الوریٰ ص ۳۸ طبع ۱۲۹۰ھ ، تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱۶۲

(۲) سورہ شعراء آیۃ ۲۱۴

تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اپنے رشتہ داروں کو خدا کے عذاب سے کیوں نہیں ڈراتے اور انھیں توحید کی دعوت کیوں نہیں دیتے ۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی حمایت سے اسلام کے پھیلنے کے لئے زمین اور ہموار ہو جائے گی ۔ اس لئے پیغمبر اسلام نے حضرت علی سے یہ کہا کہ وہ کھانے کا انتظام کریں اور رشتہ داروں کو جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی ، دعوت دیں ۔

حضرت علیؑ نے غذا تیار کی اور ان لوگوں کو بلایا ۔ سب کے سب دعوت میں شریک ہوئے اور وہ غذا ان میں سے ایک آدمی کے لئے بھی کافی نہ تھی اس سے سب نے سیر ہو کر کھایا اور اس میں کوئی کمی بھی نہیں ہوئی ۔ یہ دیکھ کر انھیں بہت زیادہ تعجب ہوا لیکن ابولہب نے بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے ، جبکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ جادو انسان کو سیراب نہیں کرتا ہے ۔

آنحضرتؐ نے اس دن کچھ نہیں فرمایا ۔ یہ خاموشی شاید اس لئے تھی کہ جادو اور معجزہ کا فرق خود بخود واضح ہو جائے ۔ کیونکہ اگر یہ جادو تھا تو جس وقت وہ گھر سے نکل رہے تھے اس وقت سب کو بھوکا ہونا چاہئے ۔

چونکہ اس نشست سے کوئی مقصد حل نہیں ہوا ، اس لئے پیغمبر اکرمؐ نے انھیں کل پھر دعوت دی اور بالکل وہی انتظام اس روز بھی کیا گیا اور سب کے سب سیر ہو گئے ۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

" اے عبدالمطلب کے فرزندو ! خداوند عالم نے مجھے تمھارے لئے ڈرانے والا (نذیر) اور بشارت دینے والا قرار دیا ہے مسلمان ہو جاؤ اور میری پیروی کرو تاکہ سعادت مند اور کامیاب ہو جاؤ ۔ خدا کی قسم مجھے عرب میں کوئی ایسا فرد نظر نہیں آیا جو مجھ سے بہتر پیغام اپنی قوم کے لئے لایا ہو میں تمھارے لئے دنیا اور آخرت کی نیکیاں لایا ہوں اور خداوند عالم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی طرف بلاؤں ۔ کون ہے جو اس کام

میں میری مدد کرے؟ جو اس کام میں میری مدد کرے وہ تمہارے درمیان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہوگا۔ ان میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؑ جو ان لوگوں میں سب سے کم سن تھے، کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ "اے خدا کے رسول میں آپ کی مدد کروں گا۔" آنحضرتؐ نے حضرت علی کو بٹھا دیا۔ آپؐ نے اپنی بات کی تین مرتبہ تکرار کی مگر حضرت علی کے علاوہ کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے اس کی باتوں کو غور سے سنو اور اس کی پیروی کرنا۔" (۱)

اسی دن کچھ لوگ ایمان لائے (۲) لیکن جہالت اور تعصب نے بقیہ رشتہ داروں کو ایمان لانے سے باز رکھا۔ لیکن یہ نشست بے اثر ثابت نہیں ہوئی۔

اتنی کم غذا میں چالیس آدمیوں کے سیر ہو جانے کے علاوہ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ اس موقعہ پر پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی کے بارے میں جو جملے ارشاد فرمائے ہیں، ان سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرتؐ کی خلافت اور جانشینی حضرت علیؑ سے مخصوص ہے اور آپ ہی پیغمبر اسلامؐ کے بعد ان کے جانشین ہوں گے۔

اس طرح عام تبلیغ کے لئے زمین ہموار ہو گئی اور آنحضرتؐ نے اسلام کی تبلیغ میں کوئی پل آرام نہ کیا۔ دن رات اسلام کی تبلیغ میں منہمک رہے اور یہیں سے اسلام کا پرچم فضا میں لہرانے لگا اور حقیقت نے پیش قدمی شروع کر دی، اور اسلام کا نور ہر طرف

(۱) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۷۱-۱۱۷۳، تفسیر مجمع البیان ج ۷، ص ۲۰۶، بحار الانوار ج ۱۸ ص ۱۹۲۔ اس بات پر مسلم اور غیر مسلم مورخین سب ہی متفق ہیں اور اس پر تمام تاریخیں متفق ہیں۔ الغدیر ج ۲ ص ۲۷۸

(۲) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲

پھیلنے لگا۔

علانیہ تبلیغ

پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کو تین سال گزر گئے۔ اور اس مدّت میں خفیہ طور سے آنحضرتؐ تبلیغ فرماتے رہے۔ جن لوگوں میں صلاحیت اور استعداد تھی آپ انھیں ہدایت فرماتے رہے، اور جب آپؐ یہ دیکھتے کہ کوئی بداخلاقی کے بھنور میں گرفتار ہے، منحرف عقائد سے ہر طرف گھرا ہوا ہے اور شرک کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ آپ محبّت، اخلاق اور دل نشین باتوں سے اس کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتے تھے۔ (۱)

آنحضرتؐ کا دین ایک عالمی دین ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ساری دُنیا تک یہ پیغام پہونچے، اس لئے پیغمبر اسلام نے علانیہ تبلیغ شروع کردی اور اپنے منصوبے کا اعلان کردیا۔

کوہِ صفا پر آنحضرتؐ کی تقریر

اپنے پیغام کو عرب کے سارے قبیلوں تک پہونچانے کے لئے خدا کی طرف سے پیغمبر اسلامؐ کو یہ حکم ملا کہ اپنے پیغام کو عام کردیں اور ایک عمومی مجمع کے سامنے اپنے دین کی وضاحت اور اس کا اعلان کریں۔

اس کام کے لئے پیغمبر اسلام کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور بلند جگہ پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے پکارا:-

"یا صباحاہ"! (۲)

آنحضرتؐ کی یہ آواز کوہِ صفا سے بلند ہوئی اور لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئی مختلف

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۶۲، تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۱۹ طبع نجف ۱۳۸۴ھ۔
(۲) لوگوں کو بلانے کے لئے عرب یہ جملہ استعمال کرتے تھے۔

قبیلوں سے لوگ نکل نکل کر آنحضرتؐ کے گرد جمع ہونے لگے۔ دیکھتے دیکھتے اچھے خاصے لوگ جمع ہو گئے۔ سب اس بات کے منتظر تھے کہ آنحضرتؐ کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! اگر تمھیں یہ بتاؤں کہ دشمن صبح یا شام اچانک تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔؟

سب نے یک زبان کہا:

"ہم نے آج تک آپ کو جھوٹ بولتے نہیں سُنا"۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"اے قریشیو! میں تمھیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"۔ (۱)

اس کے بعد فرمایا:

"میری حیثیت تو اس نگہبان کی سی ہے جو دُور سے دشمن کو دیکھ رہا ہے اور اپنی قوم کو آنے والے خطرے سے باخبر کر رہا ہے۔ کیا ایسا شخص اپنی قوم سے غلط بیانی کر سکتا ہے"۔ (۲)

ابولہب کو یہ ڈر تھا کہ کہیں آنحضرتؐ کی بات سے لوگ متاثر نہ ہو جائیں اس لئے اس نے سکوت کو درہم برہم کرتے ہوئے آنحضرت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے انھیں باتوں کے لئے ہمیں بلایا تھا؟"

ابولہب کی بے ادب گفتگو سے بات منقطع ہو گئی۔ اور پھر آنحضرتؐ نے کچھ نہیں کہا

---

(۱) تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۱۰

(۲) سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۳۱۱ طبع ۱۳۸۲ھ

انھیں جسارتوں، ایذا رسانیوں اور دشمنوں سے ہم کاریوں کی پاداش میں خداوندِ عالم نے یہ سورہ نازل فرمایا:۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ......

(ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔) (۱)

آنحضرتؐ کی تقریر کا ردِ عمل

آنحضرتؐ کی سلجھی اور دل نشین باتیں بہتوں کے دل میں اتر گئیں اور اب اکثر جگہوں پر حضرت کے دین کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ جن لوگوں کو ظلم و زیادتی نے کمر خمیدہ کر دیا تھا اور مکّہ کے ستم شعار ماحول نے انھیں جاں بلب کر دیا تھا۔ آنحضرتؐ کی تقریر نے ان کے لئے امید کے دریچے کھول دیئے اور ان کے نیم مردہ جسم میں رُوح پھونک دی لیکن قریش کے کج فکر سرداروں نے آنحضرتؐ کی بات تسلیم نہیں کی، اور جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے خرافاتی اور توہماتی عقائد کی آنحضرتؐ ہر موقعہ پر تنقید کرتے ہیں، ان کے نقائص کو واضح کرتے ہیں لہٰذا ان لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ جس طرح سے ہو اس انقلاب کو بڑھنے نہ دیا جائے اور اس کو محدود رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

آخرکار انھیں اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو گیا کہ جس وقت بھی شرک اور بت پرستی کی بساط تہہ کر دی گئی ہر ایک شخص خدائے واحد کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کر دے گا اور اسلام قبول کر لے گا پھر ان کی سرداری اور ان کی امارت کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی اور پھر ان کی باتوں کو کون مانے گا۔

اس لئے انھوں نے اپنے ہمنواؤں کا ایک جلسہ تشکیل دیا اور اس انقلاب کی روک تھام کیلئے

---

(۱) تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱۷۰، مناقب ج ۱ ص ۴۴-۴۳

آپس میں غور و خوض کیا۔ بحث و گفت گو کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ سب مل کر قریش کی بزرگ شخصیت حضرت ابو طالبؑ (جو پیغمبرؐ کے والد کی جگہ پر تھے) کے پاس چلیں اور ان سے یہ درخواست کریں کہ مناسب یہی ہے کہ محمدؐ اپنی تبلیغ سے باز آجائیں اور اپنا دین آگے نہ پھیلائیں ان لوگوں میں آگے آگے ابو سفیان تھا لیکن جناب ابو طالب علیہ السلام نے بڑے خوبصورت انداز میں انھیں خاموش کر دیا۔

قریش کی ابوطالب سے شکایت

پہلی گفت گو سے جب خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو قریش ایک مرتبہ پھر اجتماعی طور سے حضرت ابو طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے :۔ "اے ابو طالب! آپ عظیم شخصیت کے مالک ہیں اور ہمارے درمیان آپ کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ آپ ہمارے سردار، ہمارے بزرگ اور ہمارے رہنما ہیں۔ آپ کی شرافتوں اور عظمتوں کا ہم سب احترام کرتے ہیں، اس سے پہلے بھی ہم نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو روک لیجئے اور ان سے کہئے کہ وہ اپنی روش سے باز رہیں"۔ ہم نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ ــــــ

"آپ محمدؐ کو منع کر دیجئے کہ وہ ہمارے خداؤں، ہمارے دین اور ہمارے آباؤ اجداد کو برا نہ کہیں اور نہ اُن پر تنقید کریں۔ لیکن آپ نے ہماری گذارش پر کوئی توجہ نہیں دی اور ان کو روکا نہیں۔ خدا کی قسم ہم اپنے آباؤ اجداد کی برائی نہیں سُن سکتے۔ ہم اپنے عقائد پر تنقید برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ اپنے بھتیجے محمدؐ کو بس روک دیجئے اور ان کو منع کر دیجئے ورنہ ہم مجبوراً ان سے اور آپ سے بھی ــ جو ان کے ناصر و مددگار ہیں ــ جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہم میں سے ایک فنا ہو جائے"! ــــــ یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے۔

جناب ابوطالب نے پیغمبر اسلام ص کو بلایا اور ساری روداد بیان کر دی۔ اس پر آنحضرت ص نے اپنے چچا سے فرمایا:

"چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تب بھی میں اسلام کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا، اور اپنے مشن سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ یہاں تک کہ اس راہ میں یا اپنی جان قربان کر دوں یا پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں"۔

یہ فرما کر آنحضرت ص وہاں سے اٹھ گئے۔

حضرت ابوطالب نے بھتیجے کو آواز دی، واپس بلایا اور فرمایا:

"خدا کی قسم! میں تمہاری حمایت سے ہرگز دستبردار نہیں ہوں گا، اور میں ان لوگوں کو اس بات کی مہلت نہیں دوں گا کہ وہ تمہاری طرف انگلی اٹھا سکیں۔ تمہارا جو دل چاہے کہو" (۱)

ایک مرتبہ قریش "عمارہ بن ولید" کو لے کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ خوبصورت اور طاقت ور جوان آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اسے قبول کر لیجئے اور اپنی اولاد بنا لیجئے اور اپنے بھتیجے کی حمایت سے دستبردار ہو جائیے۔

یہ سن کر حضرت ابوطالب بہت ہی زیادہ ناراض ہوئے اور کہنے لگے تمہاری پیش کش کس قدر بیہودہ ہے۔ میں تمہارے بچے کی پرورش کروں اور تم میرے بچے کو قتل کر ڈالو۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ (۲)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۶۶ - ۲۶۵ طبع ۱۳۷۵ھ

(۲) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۶۷ - ۲۶۶

قریش کی پیش کش

قریش نے یہ خیال کیا کہ دولتِ دنیا اور درہم و دینار کی چمک دمک سے پیغمبر اسلام کو روکا جاسکتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ قریش پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے :۔

" اگر آپ کو مال و دولت چاہیئے تو ہم آپ کو عرب کا امیر ترین فرد بنادیں گے اگر شرافت اور سرداری چاہیئے تو اس کے لئے بھی ہم حاضر ہیں۔ اگر آپ سلطنت اور بادشاہت کے خواہاں ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔ جس چیز میں آپ مبتلا ہیں اور جس کو آپ وحی بتا رہے ہیں تو بہترین اور حاذق طبیب سے آپ کا علاج کرادیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ تبلیغ سے دستبردار ہو جائیں اور اس سے زیادہ لوگوں کے درمیان اختلافات پیدا نہ کیجیئے۔ ہمارے خداؤں، عقائد اور آباؤ اجداد کو بُرا نہ کہیئے۔"

پیغمبر اسلامؐ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :

" مجھے نہ تمہارا مال چاہیئے نہ تمہاری سلطنت اور بادشاہت۔ خداوند عالم نے مجھے پیغمبر منتخب کیا ہے اور مجھ پر کتاب نازل کی ہے، اس نے مجھے اس بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ تمہیں عذاب سے ڈراؤں اور جنّت کی بشارت دوں۔ میں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اگر اب تم میری پیروی کروگے تو کامیاب ہو جاؤگے، اور اگر تم لوگوں نے میرے پیغام کو قبول نہیں کیا تو میں صبر و استقامت سے کام لوں گا۔ یہاں تک کہ خدا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے۔" (۱)

جب قریش نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ کسی بھی طریقے سے محمدؐ کو روکا نہیں جاسکتا

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۹۶ - ۲۹۵

تو اب وہ اس بات پر تیار ہو گئے کہ محمدؐ ہمارے خداؤں کو کچھ نہ کہیں ہم ان سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ لہٰذا پھر ابوطالب کے پاس آئے اور اپنا مدعا بیان کیا، اور ابوطالب سے یہ درخواست کی کہ ہماری تجویز محمدؐ تک پہونچا دیجیے۔ پیغمبر اسلامؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

" وہ بات جس میں دُنیا و آخرت کی سعادت اور جس کے نتیجے میں ان کو سرداری ملے گی وہ ان کے سامنے بیان نہ کروں " ؟

ابوجہل نے کہا۔

" ایک بات کیا، آپ کی دس باتیں سُننے کے لئے ہم تیار ہیں "

اس وقت سب نے دریافت کیا کہ وہ ایک بات کیا ہے۔؟

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔ کہ کہو

لا اِلٰہ الا اللّٰہ (خدائے واحد کے علاوہ کوئی اور خدا نہیں ہے)

یہ بات سُن کر قریش بہت ناراض ہوئے اور ناامید ہو گئے۔ ابوجہل نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور مطالبہ کیجیے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ

" اگر سورج بھی میرے ہاتھ پر لا کر رکھ دو گے تب بھی اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہوں گا " (۱)

قریش کے سرداروں کو اب بخوبی اندازہ ہو گیا کہ آنحضرتؐ سے گفتگو کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ نہ ڈرانے دھمکانے سے کوئی فائدہ ہے اور نہ لالچ سے ہم ان کو ان کے مشن سے باز نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا اب انھوں نے یہ طے کیا کہ کوئی سخت موقف اختیار کیا جانا چاہیے۔

---

(۱) تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۱۷۶

راہ کی دشواریاں اور قریش کی ایذائیں

جس دن سے پیغمبر اسلامؐ نے علانیہ تبلیغ شروع کی، اسی وقت سے قریش نے اس بات کی کوشش کی کہ کس طرح اس آواز کو دبایا جائے اور اس کے لئے کون سا طریقہ استعمال کیا جائے۔ پہلے ان لوگوں نے دنیاوی جاہ و سلطنت کی لالچ دلائی اور جب اس سے کوئی فائدہ نہ نکلا تو دھمکیاں دیں۔ طرح طرح سے ڈرانے کی کوشش کی اور جب اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تو مختلف طریقوں سے ایذائیں پہونچانا شروع کیا تاکہ کسی طرح بھی اس آواز کو دبایا جا سکے۔

اس طرح پیغمبر اسلام کی زندگی میں نئے باب کا آغاز ہوا، ایذاؤں، کینہ پروری اور دہشتوں کا باب۔ انسانیت کے ضوابط اور اخلاقی اصول بالائے طاق رکھ دیئے گئے چمکتے نیزوں اور آبدار تلواروں کا بازار گرم ہو گیا۔ ساری کوشش اس بات کی تھی کہ اسلام پھیلنے نہ پائے اور سرداران قریش کے رذیل مقاصد محفوظ رہیں، ناداروں اور کمزوروں پر ان کی سلطنت برقرار رہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت کے لوگوں کا فکری انحطاط بھی پیغمبر اسلامؐ کی مخالفت کا ایک اہم سبب ہے۔ قریش کی مخالفت اس دن سے اور زیادہ شدید ہو گئی جب انھوں نے یہ سنا کہ پیغمبر اسلام ان کے بتوں کو بے وقعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان بے جان پتھروں سے کیا مانگتے ہو۔

پتھر اور لکڑی کے وہ بت جو اُن کے بزرگوں کی یادگار تھے، جس کو وہ اپنے لئے سرمایۂ افتخار تصور کرتے تھے ان بتوں پر تنقید سے انھیں اور تکلیف ہوتی تھی۔

اس کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ کی جدید تعلیمات ان کے طبقاتی نظام اور شخصی منافع کے خلاف تھا۔ قریش کے سردار یہ چاہتے تھے کہ وہ مزدور طبقے کا اسی طرح استحصال

کرتے رہیں اور غلاموں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہے۔ سود خواروں کی یہ تمنا تھی کہ سود اسی طرح رائج رہے اور غریب اپنے خون کا آخری قطرہ بھی سرمایہ دار کی نذر کر دے۔

شجاع و بہادر یہ چاہتے تھے کہ نیزہ و شمشیر کے بل بوتے پر لوگوں کا مال اور ان کی عزّت و آبرو لوٹتے رہیں۔ وہ یہ جانتے تھے کہ دین کی تعلیمات ان کے اس رویّے کی سخت مخالف ہے اور ان کا مفاد خطرے میں ہے۔ ان لوگوں نے دین کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔

جو لوگ اس مخالفت میں پیش پیش تھے ان میں ابوجہل، ابوسفیان، ابولہب، اسود بن عبدیغوث، عاص بن وائل، عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ سرفہرست ہیں۔

ان لوگوں نے دین کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ طرح طرح کی تہمتیں لگائیں، قسم قسم کی ایذائیں دیں۔ ناسزا الفاظ استعمال کیے۔ اقتصادی ناکہ بندی کی، سماجی بائیکاٹ کیا۔ جو کچھ وہ کر سکتے تھے اس میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ لیجیے یہ چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ایک دن جب رسولِ خدا ؐ نماز پڑھ رہے تھے، قریش کے لوگ گوسفند کی گندی اوجھڑی لائے اور کہنے لگے کون ہے جو اس کو ان پر ڈال دے۔ عقبہ بن ابی معیط آگے بڑھا اور اس نے وہ اوجھڑی آنحضرتؐ پر ڈال دی۔ آنحضرتؐ کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا تشریف لائیں اور انھوں نے اس کو ہٹایا۔ (۱)

۲۔ طارق محاربی کا بیان ہے کہ:۔۔۔ میں نے دیکھا کہ پیغمبر اسلام ؐ لوگوں کے درمیان آواز بلند یہ فرما رہے ہیں " یا ایّھا النّاس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور ابولہب آپ کے

(۱) اعلام الوریٰ ص ۵۰ طبع جدید

پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور پتھر مار رہا ہے جس سے آپؐ کے پائے مبارک خون آلودہ ہو گئے ہیں۔ لیکن پیغمبر اسلام اسی طرح لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں اور ابولہب یہ چلاتا پھر رہا ہے کہ لوگو! یہ شخص جھوٹا ہے اس کی باتوں پر دھیان نہ دینا۔" (۱)

رسل اعظم ص کے علاوہ وہ لوگ جو تازہ مسلمان ہوتے تھے، ان کو بھی طرح طرح سے ستایا جاتا تھا اور ان پر وحشیانہ مظالم کیے جاتے تھے۔

۳۔ ایک دن رسول خداؐ گزر رہے تھے دیکھا کہ جناب عمارؓ اور ان کے گھر والوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"میں تم لوگوں کو بہشت کی بشارت دیتا ہوں۔" (۲)

ابن اثیر کا بیان ہے کہ عمار، ان کے والد اور والدہ کو دشمنانِ اسلام بہت زیادہ ایذائیں دیتے تھے۔ ان لوگوں کو مشرکین عرب کی چلچلاتی دھوپ میں ان کے گھروں سے باہر نکالتے تھے اور آگ برساتے ہوئے سورج کے نیچے تکلیفیں پہونچاتے تھے صرف اسلئے تاکہ یہ لوگ اپنے دین سے دست بردار ہو جائیں۔

جناب عمار یاسر کی والدہ "سمیّہ" اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں جن کو ابوجہل نے شہید کیا اور مظالم کی تاب نہ لا کر جناب عمار کے والد "یاسر" نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

جناب عمار پر بھی بہت زیادہ مظالم ڈھائے گئے، کبھی تپتی ریتی پر لٹایا گیا اور کبھی دہکتا پتھر سینے پر رکھا گیا تاکہ اس دین سے کنارہ کش ہو جائیں۔ یہاں تک کہ جناب عمار نے تقیہ کر کے اپنی جان بچائی، جبکہ ان کا دل ایمان کے استحکام کی گواہی دے

---

(۱) مناقب ج ۱، ص ۵۱

(۲) اعلام الوریٰ ص ۵۸

رہا تھا۔(۱)

۴۔ بلال حبشی جو کہ غلام تھے، ان کے مالک نے بہت ہی زیادہ ظلم کیا۔ جلتی دوپہر میں دہکتی ہوئی ریت پر ان کو لٹا دیا جاتا تھا اور مطالبہ کیا جاتا تھا کہ تم محمدؐ کے دین سے دستبردار ہو جاؤ اور بتوں کی پرستش کرو۔

ان کی تمام سختیوں کے مقابلے میں بلال سختی سے جمے رہے اور صرف ایک کلمہ کہتے رہے اَحَدً اَحَدًا۔ خدا ایک ہے ایک ہے میں کبھی شرک اختیار نہیں کروں گا اور بتوں کی پرستش نہیں کروں گا۔(۲)

افسوس کہ اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ہم ان مظالم اور وحشیانہ طور وطریقے کو تفصیل سے بیان کرسکیں جو رسول خداؐ اور ان کے جاں نثاروں پر ڈھائے گئے۔ اجمالاً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ مخالفت کا وہ کون سا طریقہ تھا جس کو دشمنوں نے استعمال نہیں کیا تھا، ان باتوں کی طرف ایک اجمالی اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) اقتصادی ناکہ بندی

قریش نے آنحضرتؐ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف زبردست اقتصادی ناکہ بندی شروع کی۔ آنحضرتؐ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہر طرح کی خرید وفروخت بند کردی، تاکہ اس طرح آنحضرت اور ان کے باوفا ساتھیوں کو ایذا پہونچائی جائے۔

(۲) روحانی اذیت

مسلمانوں سے تمام سماجی روابط منقطع کر لئے اور طرح طرح کے الزامات

---

(۱) (۲) کامل ابن اثیر طبع بیروت ج ۲ ص ۶۶۔ ۶۷

تراشے جانے لگے۔ جھوٹی باتیں پھیلائی جانے لگیں اس طرح پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں کو روحانی اذیتیں پہونچائی گئیں۔

(۳) جسمانی اذیّت

وحشیانہ طریقے، قسم قسم کے مظالم تاکہ اس انقلاب کو ناکام بنایا جا سکے۔ اتنی زیادہ جسمانی اذیت دی گئی کہ لوگ موت سے ہمکنار ہو گئے۔

ان تمام مظالم اور وحشیانہ طریقوں کے باوجود، اسلام اسی طرح پھیلتا رہا اور مسلمانوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ پیغمبر اسلام کی آواز پر لوگ لبیک کہتے رہے اور دینِ اسلام قبول کرتے رہے۔

مسلمانوں نے بے پناہ مظالم، اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں مگر اسلام سے دست بردار نہیں ہوئے اور اسلام کی راہ میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔

صدر اسلام کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر یہ بات باقاعدہ واضح ہو جاتی ہے، کہ دشمنانِ اسلام کے اس پروپیگنڈے کی، کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا، کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی سراسر مظالم کی داستان ہے جہاں ہر قدم پر مسلمانوں کو مظالم برداشت کرتے ایذا اٹھاتے دیکھا جا سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کا صبر و استقامت ہی اسلام کی ترقی کا سبب ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی ہجرت

آغازِ تاریخ

مقصد کے لئے ترک وطن

مسلسل مخالفت، کار شکنی، ایذا رسانی وہ نقوش تھے جو ملک والوں کے چہرے پر باقاعدہ نظر آرہے تھے اور پیغمبر اسلام دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ تعصب، جہالت اور غلط رسم و رواج میں اس طرح گرفتار ہیں کہ آسانی سے اپنے عقائد سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ ان گردابِ ہلاکت سے نجات دلانے کے لئے قربانیوں اور فداکاریوں کی سخت ضرورت ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اس وادی میں کس قدر نشیب و فراز ہے۔ ان تمام چیزوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے پیغمبر اسلامؐ نے تبلیغ کا آوازہ بلند کیا تھا۔ صبر و استقامت کی راہ اختیار کی تھی۔ ۱۳ سال تک مسلسل مکہ میں طرح طرح کی مخالفتوں کا سامنا کرتے رہے (۱) لیکن دشمنوں نے اپنا رویہ نہیں بدلا۔ وہ اسی طرح شیطان کے اشاروں پر چلتے رہے اور اسلام کے خلاف اپنی ساری توانائی صرف کر دی۔

---

(۱) کامل ابن اثیر طبع بیروت ۱۳۸۵ھ ج ۲ ص ۱۰۸

ایسی صورت میں پیغمبر اسلامؐ کی عالمی رسالت اس بات کا تقاضہ کر رہی تھی کہ مرکز بدل دیا جائے کوئی مناسب جگہ اختیار کی جائے تا کہ اس کو مرکز بنایا جائے اور وہاں سے تبلیغ کی جائے اور مکہ سے ہجرت کر لینا چاہیئے۔ اب جبکہ جناب ابو طالب کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اب کوئی ایسا نہیں ہے جو آڑے وقت میں کام آسکے اور جس کا رعب و دبدبہ دشمنوں کے دلوں پر بیٹھا ہو۔

یثرب۔ ہموار زمین

قبیلہ "خزرج" کے بعض معتبر اور محترم افراد حج کے موسم میں مکہ تشریف لائے اور مسجد الحرام میں رسول اللہؐ سے ملاقات کی۔ رسول خداؐ نے انھیں اسلام کی دعوت دی جو برادری و برابری کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ لوگ قبیلہ "اوس" سے قدیمی و نسلی اختلافات سے عاجز آچکے تھے۔ انھیں اسلام کی تعلیمات میں اپنی گم شدہ چیز مل گئی۔ ان لوگوں نے دل و جان سے اسلام قبول کر لیا۔

جب یہ لوگ مکہ سے یثرب واپس جانے لگے تو پیغمبر اسلامؐ سے یہ درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی مبلغ بھیج دیجیے۔ جو انھیں دین کی تعلیم دے۔ پیغمبر اسلامؐ نے "مصعب بن عمیر" کو ان کے ساتھ روانہ کیا۔ اور اس طرح یثرب میں اسلام پہونچ گیا۔ اور اہل یثرب اسلام سے واقف ہونے لگے اور گروہ در گروہ اسلام قبول کرنے لگے۔ جس چیز نے انھیں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ قرآن مجید کی نورانی اور دل میں اتر جانے والی آیتیں تھیں۔ "مصعب" نے پیغمبر اسلامؐ کو یہ اطلاع دی کہ "اوس" اور "خزرج" کی بزرگ شخصیتیں اسلام قبول کر چکی ہیں۔

حج کے موقع پر یثرب سے جانے والوں کی کثیر تعداد نے پیغمبر اسلامؐ سے خفیہ ملاقات کی اور پیغمبر اسلامؐ کے ہاتھوں پر بیعت کی کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی حمایت کریں گے

اور اسلام کی نشر و اشاعت میں بھرپور تعاون دیں گے اور اس طرح سے پیغمبر اسلام صلعم کی حمایت کریں گے جس طرح اپنی آلؑ و اولاد کی حمایت کرتے ہیں۔ (۱)

قتلِ پیغمبرؐ کی سازش

ابھی نورِ سحر نے سیاہی شب کا پردہ چاک نہیں کیا تھا کہ قریش تک یہ خبر پہونچ گئی کہ یثرب کے مسلمانوں نے پیغمبر اسلامؐ سے معاہدہ کیا ہے۔ وہ لوگ یہ کوشش کرنے لگے کہ کس طرح یہ معاہدہ منسوخ کرایا جائے تاکہ پیغمبر اسلام کا دین پھیلنے نہ پائے، اسلئے سرداران قریش "دارالندوہ" (جہاں قریش فیصلوں کے لئے اکٹھا ہوتے تھے۔) میں جمع ہوئے، بحث و گفتگو اور باہم مشوروں کے بعد یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک فرد منتخب کیا جائے اور سب مل کر رات کے سناٹے میں پیغمبر اسلامؐ پر حملہ کر دیں اور انھیں قتل کر دیں تاکہ اسلام کی آواز ہمیشہ کے لئے دب جائے اور اسلام مکہ ہی میں دفن ہو جائے۔ (۲)

خداوند عالم نے پیغمبرؐ کو دشمنوں کی اس گھناونی سازش سے باخبر کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا کہ راتوں رات مکہ چھوڑ دیجئے۔ (۳)

اس پیغام کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور یثرب کی طرف ہجرت کی۔

حضرت علیؑ کی فداکاری

جب پیغمبر اسلامؐ نے ترک وطن کا ارادہ کر لیا تو حضرت علیؑ کو بلایا، اسرار و رموز اور ساری امانتیں حضرت علی کے سپرد کیں تاکہ صاحبانِ امانت کو امانت واپس کر دیں اور فرمایا

---

(۱) اعلام الوریٰ طبع نجف ۱۳۹۰ھ ص ۵۵-۶۱

(۲) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۲۹، اعلام الوریٰ ص ۶۱-۶۲

(۳) " " ج ۳ ص ۱۲۳۱، بحارالانوار ج ۱۹ ص ۶۰

"میں ہجرت کر رہا ہوں لیکن تم میری جگہ سو جاؤ۔" حضرت علیؑ نے بسر و چشم قبول کر لیا، اور آنحضرتؐ کے بستر پر سو گئے، اور وہ تمام خطرات مول لے لئے جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو خطرہ تھا۔ (۱)

حضرت علیؑ کی یہ فداکاری اس قدر مخلصانہ اور باعظمت تھی کہ خداوند عالم نے اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا ہے اور اس کو باقاعدہ سراہا ہے۔ (۲)

غارِ ثور

جب کافی رات گذر گئی اور اپنی شیطانی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دشمنوں نے پیغمبر اسلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ خدا اپنے پیغمبر کا محافظ ہے اس نے پیغمبرؐ کو اس سازش سے بچا لیا۔

پیغمبر اسلامؐ "سورۂ یٰسین" کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور غیر مانوس راستے سے "غار ثور" کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوبکر کو بھی کہیں سے بھن گن مل گئی وہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ ہو لئے۔ (۳)

ہر قبیلہ کے منتخب افراد پر مشتمل دشمنان اسلام کے گروہ نے ننگی تلواروں سے پیغمبر اسلام کے بستر پر حملہ کر دیا لیکن یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ پیغمبر اسلام کی جگہ حضرت علیؑ سو رہے ہیں۔ ہر ایک نے تعجب سے پوچھا کہ محمد کہاں گئے۔ حضرت علی نے فرمایا "کیا تم نے مجھے ان کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ تم لوگ ان کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے، سو وہ چلے گئے۔" (۴)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۴۸۱، تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۳۲
(۲) بحار الانوار، ج ۱۹ ص ۷۸
(۳) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۳۴
(۴) اعلام الوریٰ ص ۶۳

جب قریش نے یہ دیکھا کہ تمام تر کوششوں کے باوجود بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے تو شرمندہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

یثرب کی طرف

تین دن تک پیغمبر اسلامؐ غار ثور میں مقیم رہے۔ پھر یثرب کے لئے روانہ ہو گئے(۱) اب کفار ہر طرف تلاش کر کے ہار چکے تھے۔ مکّہ کے رہنے والے "سراقہ بن مالک" نے آنحضرت کا تعاقب کیا مگر تین مرتبہ اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ آخر کار اس نے توبہ کی اور واپس چلا گیا۔ (۲)

۱۲ ربیع الاول کو پیغمبر اسلامؐ "قبا" پہونچے (۳) اور چند دن وہاں قیام کیا (۴) اور حضرت علی کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ ابو بکر بار بار یہ اصرار کر رہے تھے کہ یثرب چلیں، نے قبول نہیں کیا بلکہ فرمایا:

" علیؑ نے جان کی بازی لگا کر میری حفاظت کی ہے، اپنے اہلِ بیت میں سب سے زیادہ عزیز میرا ابنِ عم ہے، میرا بھائی ہے میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک علی نہ آجائیں۔ (۵)

پیغمبر اسلامؐ نے جو ذمہ داریاں اور جو امانتیں حضرت علیؑ کے سپرد کی تھیں ان سب کو انجام دے کر "قبا" پہونچے۔ راستے میں کفار نے روکنا چاہا مگر آپ نے سب کے حوصلے

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۸۶، بحار الانوار ج ۱۹ ص ۶۹
(۲) " " ج ۱ ص ۴۸۹، بحار الانوار ج ۱۹ ص ۸۸
(۳) کامل التواریخ جزو دوم طبع بیروت ۱۳۸۵ھ ص ۱۰۶ (قبا مدینہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے)
(۴) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۴۵
(۵) بحار الانوار ج ۱۹ ص ۱۱۶

پست کر دیئے۔ جس وقت آپ قبا پہونچے، آپ کے پاؤں زخمی ہو چکے تھے، بڑی زحمت سے چل رہے تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت بھری نگاہوں سے حضرت علی کو دیکھا اور گلے سے لگایا۔ اپنا لعابِ دہن حضرت علیؑ کے پاؤں پر ملا جس سے فوراً شفا ہو گئی اور پھر پیر میں کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اب پیغمبر اسلامؐ اس قافلہ کو لے کر یثرب کی طرف روانہ ہوئے۔ (۱)

یثرب سراپا انتظار

یثرب کے تمام چھوٹے بڑے مرسلِ اعظمؐ کی راہ میں آنکھیں بچھائے آنحضرت کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ غیر معمولی جوش و ولولہ ہر طرف نظر آرہا تھا۔ اس روز کی خوشیاں عید سے کم نہیں تھیں، گلی کوچوں میں مسرت کے آثار نظر آرہے تھے۔

جمعہ کے مبارک دن پیغمبر اسلامؐ یثرب میں داخل ہوئے (۲) لوگ اپنے کو بھولے ہوئے تھے بس پیغمبر اسلامؐ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کے دیدار کے لئے ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ کیا بہترین ساعت تھی کہ یثرب کے افراد سیّد المرسلینؐ کی زیارت سے اپنے قلوب کو مرکزِ انوار و سعادت بنائے ہوئے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ نے یثرب میں قیام فرمایا، اور عدالت و ایمان پر اسلامی ثقافت کی بنیاد رکھی پیغمبر اکرمؐ کی تشریف آوری کے بعد یثرب کا نام "مدینۃ النبی" یعنی نبی کا شہر ہو گیا۔ تاریخ کے اس اہم واقعہ اور حق و انصاف و عدالت کی زبردست کامیابی کی بناء پر یہ سال تاریخ کا مبداء قرار پایا اور یہیں سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔ آفتاب اسلام کی شعاعوں نے مدینہ والوں میں

---

(۱) کامل التواریخ ج ۲ ص ۱۰۶

(۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۴۹۴، بحار الانوار ج ۱۹، ص ۱۲۲

ایک نئی رُوح پھونک دی۔ ان لوگوں نے فرسُودہ عقائد، ناپسندیدہ اخلاق اور غیر انسانی عادات و اطوار کا لبادہ اتار پھینکا اور اسلامی ثقافت کا لباس پہن کر صحیح معنوں میں انسان بن گئے۔

ہجرت سے ایک سبق

ہجرت کے اس عظیم واقعہ کو آج پندرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ آیئے ذرا تاریخ کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں نے کتنی قربانیاں دی ہیں، کیا کیا زحمتیں برداشت کی ہیں اور اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے کیا کیا سختیاں برداشت کی ہیں۔

قریش کے وحشیانہ مظالم سے نجات حاصل کرنے کے بعد جب مسلمانوں کو سکون و اطمینان کا ماحول ملا تو اس ماحول نے مسلمانوں کو عیش و عشرت کی زندگی نے سستی و تن پروری پر آمادہ نہیں کیا بلکہ وہ دن رات اسلامی معاشرے کی تشکیل میں ہمہ تن مشغول رہے اور ایک لمحہ بھی آرام سے نہ بیٹھے انھیں فدا کاریوں اور مسلسل کوششوں کی بنا پر مسلمانوں نے بے سروسامانی اور قید و بند کی زندگی سے نجات حاصل کی اور عظمتوں اور سعادتوں کی بلندیاں طے کیں۔

ہر سال ہجرت کی سالگرہ مناتے وقت ان تمام باتوں کو دہرانا چاہیئے اور ان تذکروں کو زندہ رکھنا چاہیئے کہ صدر اسلام کے مسلمانوں نے مسلسل کوششوں اور پیہم زحمتوں، ایمان بہ خدا اور فرمان رسول خداؐ کی اطاعت کرتے ہوئے کس طرح مقدس اور عظیم انقلاب برپا کر دیا جو صبح قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ ان واقعات کو قصّہ کہانی کی طرح صرف دُہرانا نہیں چاہیئے بلکہ اپنی زندگی کو نمونۂ عمل قرار دے کر انھیں نقوش پر زندگی گزارنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ تمام باتیں نئی نسل تک پہونچا دینا چاہیئے کہ مسلمانوں کی عظمت و سربلندی، عزت و آبرو سب ایمان کی بدولت ہے۔ اگر ہم بھی صدر اسلام کے مسلمانوں کی طرح سربلندیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انھیں جیسا ایمان اور ویسی ہی کوشش ضروری ہے۔

مدینہ میں اخوتِ اسلامی کی تشکیل

زندہ معاشرہ

ایک زندہ معاشرہ ہم فکری، ہماہنگی اور خلوص کی بنیادوں پر تشکیل پاتا ہے۔ اسی معاشرے میں تمام افراد سعادت اور اپنی ترقیاں حاصل کرتے ہیں اور خلوصِ دل کے ساتھ ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔

اس طرح کے معاشرے کی تشکیل کے لئے، اسلام نے نسل، زبان، رنگ اور جغرافیائی حدود کی طرف کوئی توجہ نہیں کی بلکہ ہر ایک کو مسلمان، برابر برادر برادر قرار دیا ہے (۱) اور ایمان بہ خدا کو اخوت کی بنیاد بنایا ہے۔ جس کے رشتہ میں سارے مسلمان پروئے ہوئے ہیں۔

"اسلامی برادری" وہ بہترین جملہ ہے جو اتحاد کے تمام پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے۔ قرآن مجید اپنے مخصوص دل نشین انداز میں بیان کرتا ہے کہ انما المؤمنون اخوة (۲) یقیناً تمام مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

---

(۱) بحار الانوار ج ۷۳، ص ۲۹۳ ، روضہ کافی ص ۲۴۶

(۲) سورہ حجرات آیۃ ۱۰

اسلامی برادری: مرسلِ اعظم کا بے مثل کارنامہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ مسجد، مسلمانوں کی تبلیغات کا مرکز۔۔۔ کی تعمیر کے بعد پیغمبر اسلام نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپؐ نے "اسلامی برادری" کی بنیاد رکھی تاکہ معاشرے میں اتحاد اور خلوص کی بنیادیں زیادہ سے زیادہ مستحکم ہو جائیں۔ مہاجرین جو اپنا وطن، اپنے عزیزوں اور دوستوں کو چھوڑ کر یہاں آئے انھیں تنہائی اور غریب الوطنی کا احساس نہ ہونے پائے اور یہ یقین ہو جائے کہ انھوں نے گرچہ وطن وغیرہ کو چھوڑ دیا ہے مگر یہاں انھیں ایسے بھائی ملے ہیں جو ان سے کہیں زیادہ باوفا، مہربان اور مخلص ہیں۔

ہر مسلمان ایک دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اس عمومی قانون پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے پیروکاروں کے درمیان "صیغہ اخوت" جاری کیا اور دو دو آدمیوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔ حضرت علیؑ کو اپنا بھائی منتخب کیا اور فرمایا "علیؑ میرا بھائی ہے۔" (۱)

اسلامی برادری وہ عظیم نعمت ہے جس کی اہمیت کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے کہ:

"خدا کی اس نعمت کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔
خدا نے اپنے لطف وکرم سے تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے لئے نرم کیا اور محبّت کے جذبات پیدا کئے اور اس کی نعمت سے تم ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے جبکہ تم اس سے پہلے جنگ واختلاف کی آگ کے دہانے پر کھڑے تھے، تو خدا نے تم کو نجات دی"۔۔۔۔ (۲)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۰۵-۵۰۴
(۲) سورہ آل عمران آیۃ ۱۰۳

اسلامی برادری صرف خیال نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جو رُوح ایمان کے ساتھ رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے اور جس کے اثرات یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے رہنما حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ان آثار کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

"مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے وہ کبھی اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کے ساتھ کبھی خیانت نہیں کرتا، اس کو کبھی دھوکا نہیں دیتا اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" (۱)

اسلامی برادری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی چیز اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ اپنے مال، ہاتھ اور زبان سے اس کی مدد کرے۔ یہ بات اسلامی برادری سے بہت بعید ہے کہ خود تو سیراب ہو، پہننے کے لئے بہترین لباس ہو لیکن دوسرا مسلمان گرسنہ اور برہنہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:——

"اگر تمھارے پاس کوئی خادم ہے لیکن تمھارے بھائی کے پاس نہیں ہے تو تم اپنے خادم کو اپنے بھائی کے پاس بھیجو، تاکہ کھانا پکانے، کپڑا دھونے اور دوسری ضروریات میں اس کی مدد کرے۔" (۲)

اسلامی برادری نے تمام تعلقات بلکہ تمام رشتوں کو بھی ماند کر دیا ہے۔ قرآن مجید صراحت کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے:

"جو لوگ خدا اور قیامت پر ایمان لائے ہیں انھیں دیکھو گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی نہیں رکھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسُول کو دشمن رکھتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ

(۱) اصول کافی ج ۲۔ ص ۱۶۶ و ۱۶۷

(۲) اصول کافی ج ۲۔ ص ۱۶۹

ان کے آباواجداد، ان کے فرزند، ان کے بھائی اور ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں"۔ (۱)

اسلامی برادری نے سلمان فارسی اور بلال حبشی کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا اور پیغمبر اکرمؐ کا نزدیک ترین ساتھی قرار دیا۔ اسلامی برادری نے کتنی نسلی دشمنیوں کو ختم کردیا۔ مختلف اور منتشر گروہوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا دیا۔ یہ اتحاد اور خلوص اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام مسلمان ایک گھر کے افراد کی طرح زندگی بسر کریں، اور خوشی و غمی میں ایک دوسرے کے برابر کے شریک رہیں، ہر ایک صدق و صفا کا مجسمہ اور اتحاد و برادری کا سراپا ہو۔

اسلامی برادری نے ایک دوسرے سے متعلق ایک عمومی ذمہ داری ہر ایک پر عائد کی ہے کہ کوئی خود کو اس سے الگ نہیں کرسکتا ہے اور ایک دوسرے سے لاتعلق نہیں رہ سکتا ہے بلکہ ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی قوت و استعداد کے مطابق ایک دوسرے کی مشکلات کو حل کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ ان ذمہ داریوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) اقتصادی تعاون

ایک دوسرے کے اقتصادی مسائل حل کرنا، ان کی صحت و تندرستی کا خیال، تعلیم و تربیت گھر (مکان)، ذرائع معاش وغیرہ کا فراہم کرنا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی آیتیں اور ائمہ علیہم السلام کے اقوال بکثرت موجود ہیں، اور ان امور کی انجام دہی کے لئے بنیادی اقدام۔ زکوٰۃ، خمس، صدقہ، خیرات وغیرہ کی صورت میں اٹھایا گیا ہے۔

(۲) عملی تعاون

راہِ راست کی طرف لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی ہر ایک کا فریضہ ہے کہ جو کچھ اس نے حاصل کیا ہے وہ دوسروں تک پہونچائے، صحیح تربیت کے لئے کوتاہی نہ کرے

---

(۱) سورہ مجادلہ آیۃ ۲۲

امر بہ معروف اور نہی از منکر کے اہم فریضہ کو تن دہی سے انجام دے۔ یہ ایک طرح کی "خیر خواہی" ہے جو اخوت اسلامی کا لازمی نتیجہ ہے ــــــ لیکن خیالی خوف و ہراس اور حقیر منفعت کی خاطر مسلمانوں نے اس عظیم دستور اور فریضہ کے حق میں بہت زیادہ کوتاہیاں کی ہیں، اب یہ فریضہ بالکل متروک ہوگیا، جس کی بنا پر نہ کوئی گناہوں سے روکنے والا ہے اور نہ کوئی نیکیوں کی طرف توجہ دلانے والا ہے، جس کے نتیجہ میں اخوت اسلامی بے جان ہوگئی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلامی اخوت کے تمام اثرات اسلامی معاشرے سے رخصت ہوگئے۔ اب اسلامی سماج بھی مسلمانوں کی طرح مردہ ہوگیا۔ معنوی زندگی مادیت کی بھول بھلیوں میں کہیں کھوگئی۔

دَورِ حاضِر میں اخوّتِ اسلامی

ہر زمانے کی بہ نسبت اس دَور حاضر میں اتحاد اور اخوت اسلامی کی ضرورت ایک اہم تقاضا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو اتحاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ خداوند عالم نے اسلامی ممالک کو بے پناہ دولت سے نوازا ہے، ان کی زمینوں کو زیر زمین خزانوں سے بھر دیا ہے، دوسرے لوگ لالچی نگاہوں سے ان خزانوں کو دیکھ رہے ہیں اور اس بات کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے بالکل دُور رکھیں اور انھیں کبھی متحد نہ ہونے دیں۔

ہمیں ہر وقت بیدار رہنا چاہیئے اور ہوشیار۔ وہ اخوت اسلامی جس کی بنیاد پیغمبر اسلامؐ نے اپنے مقدس اور پاکیزہ ہاتھوں سے ڈالی تھی اس کو اور زیادہ مستحکم بنائیں، اور اخوتِ اسلامی کو اپنی زندگی کا ایک جز قرار دیں، اور ہر آن اس کی پیروی کرتے رہیں۔

مسلمان جتنے بھی زیادہ طاقتور ہوجائیں انھیں پھر بھی اخوت اور اتحاد کی شدید ضرورت رہے گی۔ بچپنے ہی سے بچوں کو اخوتِ اسلامی کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے تاکہ ان کی رگ و پے گوشت پوست میں اخوتِ اسلامی سرایت کرجائے۔ ابتدائی مدارس میں بھی اخوتِ اسلامی کو جزو نصاب قرار دینا چاہیئے اور اعلیٰ درجات میں علمی انداز میں اس کی وضاحت کرنا چاہیئے

تاکہ علمی ترقیاں اس راہ میں رکاوٹ نہ بننے پائیں۔ اس سلسلے میں والدین کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے دلوں کو مسلمانوں کی اخوت، ہمدردی، غم خواری کا احساس دلائیں اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی محبّت کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔

اِسلام اور جہاد

پیغمبرِ رحمتؐ

دُنیا کے مختلف حصوں میں ۷۰ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں نے پندرھویں صدی ہجری کا جشن منایا یہ جشن اس دن کی یادگار ہے جس دن ہمارے پیغمبرؐ نے صلح اور برادری کا پرچم اس آواز کے ساتھ بلند کیا کہ ـــــ وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِین۔ (۱) تمام دنیا کو صلح و برادری کی دعوت دی اور پُرامن بقائے باہم کی بنیادوں کو استوار کیا۔

طبقاتی اختلافات اور نسلی امتیازات جو بہت سی جنگوں اور حوادث کا سرچشمہ ہیں ـــ اسلام نے اس کو بہت ہی اچھے انداز میں حل کیا ہے جبکہ آج کی ترقی یافتہ دنیا اپنی تمام ترقیوں کے باوجود اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تلاش کر سکتی ہے اس لئے کسی نہ کسی بہانے روزانہ جنگ کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں۔

اسلام کا مزاج اتنا زیادہ صلح پسند اور انصاف خواہ ہے کہ اس نے اہل کتاب (عیسائی اور یہودی) کو اتحاد اور ہم آہنگی کی دعوت دی ہے کہ ـــ "اے ہمارے پیغمبر! آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم سب پرچم توحید کے نیچے جمع ہو جائیں اور ایک دل ایک زبان

---

(۱) سورۂ انبیاء آیۃ ۱۰۷ "ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

ہو کر خدائے واحد کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں۔" (۱)

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور فتح و کامیابی کا پرچم لہرانے لگا، اس وقت پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں مخالفین کی طرف سے صلح کی پیش کش کی جاتی تھی اور آنحضرتؐ بڑی ہی خندہ پیشانی سے اس پیش کش کا استقبال کرتے تھے۔ اسی بنا پر ہجرت کر کے پہلے ہی سال پیغمبر اکرمؐ نے یہودیوں کے چند قبیلوں سے صلح کی تھی۔ (۲)

اسلام عالمی صلح اور پر امن بقائے باہم کا نقیب ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے بہت ہی اعلیٰ اور موثر اصول بیان کئے ہیں۔

جہاد کس لئے؟

اسلام ایک زندہ اور عالمی دین ہے۔ وہ دُنیا کے سماجی اور اقتصادی نظام کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ اسلام قدیم رومیوں، یہودیوں اور نازیوں کے مذہب کی طرح صرف سماج اور نسل کی چہار دیواری میں محصور نہیں ہے۔ اسلام ساری دُنیا کا مذہب ہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ محروم، ستم رسیدہ طبقات کی نجات کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور لوگوں کو اسلام کے صلح پسند اور انصاف طلب مزاج سے روشناس کرائیں اور دوسروں تک اسلامی تعلیمات پہونچائیں۔

مجاہدین اسلام کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ جہاد کے ذریعہ کسی آراضی پر قبضہ کر لیں یا کسی حکومت کا تختہ الٹ دیں، پھر اسی طرح یا اس سے بھی بدتر دوسری حکومت قائم کر لیں بلکہ جہاد خدا کی راہ میں انسانوں کی وہ مخلصانہ اور صادقانہ کوشش ہے جس سے انسانیت کو منزلِ کمال تک پہونچانا اور کمزور و ستم رسیدہ اور مظلوم طبقات کو نجات دلانا ہے تاکہ ساری دنیا سے فتنہ و فساد نیست و نابود ہو جائے اور ہر طرف صدق و صفا اور صلح و دوستی قائم ہو۔

(۱) سورہ آل عمران آیۃ ۶۴۔ (۲) اعلام الوریٰ طبع سوم سال ۱۳۹۰ھ ص ۶۹

یہ مقدس مقصد اور زندہ تعلیمات بہت سی خواب آلودہ اور ذلیل قوموں کی نجات اور بیداری کا سبب ہیں۔ البتہ وہ مختصر افراد جو قوموں کی محنتوں سے کھیل رہے ہیں، ان کے خون پسینہ کی کمائی پر خود براجمان ہیں، ان کی جان، مال اور آبرو کو ذریعہ عیش و نوش بنائے ہوئے ہیں، ان کے حق میں اسلامی تعلیمات زہر ہلاہل ہیں کیونکہ اسلامی تعلیمات ان لوگوں کی تمام آزادیوں پر پابندی عائد کر دیتی ہیں۔

فطرتِ انسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مضر گھاس کی طرح سماج کے فاسد اعضاء کو بھی قطع کر دینا چاہیئے تاکہ محروموں اور مظلوموں کی نجات اور سعادت کیلئے زمین ہموار ہو سکے، اسی لئے انسان دوست، انصاف پسند اور آزادی طلب افراد اس طرح کے اقدام کی طرف قدم اٹھاتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا بھی کرتے ہیں۔

"اگر خدا بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ذریعہ دفاع نہ کرتا تو زمین فاسد اور برباد ہو جاتی"۔ (۱)

اسلامی تعلیمات میں جنگ آخری مقصد نہیں ہے بلکہ جنگ تو صرف ظالموں اور جابروں اور ستم گروں کی دست درازیوں پر پابندی لگانے کے لئے ہے تاکہ عام انسانوں کے لئے سعادت اور ارتقاء کے راستے ہموار ہو جائیں۔

مسلمانوں کی سپاہ کے ایک نمائندہ نے ایرانی سپہ سالار "رستم فرخ زاد" سے کہا:

"خدا نے ہمیں اسلئے بھیجا تاکہ لوگوں کو "انسان پرستی" سے "خدا پرستی" کی طرف، غلامی کی پابندی سے آزادی کی وسعتوں کی طرف، باطل مذاہب کے ظلم و جور سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف بلائیں۔ جو ہمارے اس پیغام کو قبول کرلے گا ہم اس کی زمینیں اسے واپس کر دیں گے اور خود واپس

---

(۱) سورۂ بقر آیۃ ۲۵۱

چلے جائیں گے"۔ (۱)

کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے؟

جنگ سے مسلمانوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ وہ محروم اور مظلوم طبقات سے رابطہ قائم کر سکیں اور انھیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرا سکیں اور وہ لوگ نزدیک سے اسلام کی عظمتوں کا احساس کریں۔

اہلِ کتاب سے جنگ کرتے وقت مسلمان کسی کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے تھے وہ لوگ صلح کے شرائط تسلیم کر کے اپنے دین و مذہب پر باقی رہ سکتے تھے جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومت ان کی حمایت اور حفاظت کرتی تھی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر پیغمبر اسلامؐ نے یہ معاہدہ کیا کہ اگر مکہ کا کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور بھاگ کر مدینہ چلا آئے تو مسلمان اس کو پناہ نہیں دیں گے اور مکہ واپس بھیج دیں گے (۲) پیغمبر اسلامؐ نے جو معاہدہ کیا تھا اس پر باقاعدہ عمل کیا (۳)

جبکہ پیغمبر اسلامؐ کفار سے یہ عہد لے سکتے تھے کہ وہ لوگ جو دینِ اسلام سے خارج ہو جائیں اور کفار مکہ سے پناہ مانگیں تو ان لوگوں کو مدینہ واپس کر دیا جائے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے کفار سے یہ عہد نہیں لیا۔

فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے قریش کو آزاد کر دیا اور کسی کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ انھیں آزاد کر کے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ خود ہی اسلامی تعلیمات کی حقانیت

---

(۱) تاریخ طبری ج ۵، ص ۲۲۷۱

(۲) بحار ج ۲۰، ص ۳۵۰

(۳) بحار ج ۲۰، ص ۳۶۲

کا درک کریں، اور مسلمانوں سے یہ عہد لیا کہ وہ کسی فرد کو قتل نہیں کریں گے، البتہ وہ افراد جن کا کام ہی ایذا رسانی اور فتنہ انگیزی ہے، ان کو ضرور قتل کر دیا جائے۔ (۱)

جس وقت کفار نے اماں مانگی تو پیغمبر اسلامؐ نے ان کو امان دے دی تاکہ وہ اسلام قبول کرنے میں بالکل آزاد رہیں اور اسلام قبول کرنے کے لئے آزادیٔ فکر سے تحقیق و جستجو کریں۔

فتح مکہ کے بعد جب "صفوان بن اُمیہ" مکہ سے فرار ہو کر جدّہ چلا گیا اور لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ سے اس کے لئے امان مانگی تو پیغمبرؐ نے اپنا عمامہ اس کے لئے بھیج دیا، تاکہ امان کی علامت رہے اور سلامتی کے ساتھ مکہ واپس آئے۔ صفوان جدّہ سے واپس آیا اور پیغمبر اسلامؐ سے عرض کی کہ مجھے دو مہینہ کی مہلت دی جائے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس کو چار مہینہ کی مہلت دی اور وہ پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ حنین اور طائف گیا۔ اس دوران وہ مسلسل اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرتا رہا اور آخر کار نہایت آزادی اور اختیار کی حالت میں اسلام قبول کر لیا۔ (۲)

اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ

تلوار صرف ان لوگوں کے لئے ہے جن پر حقانیت باقاعدہ واضح ہو چکی ہے اور حق کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کو قبول نہیں کر رہے ہیں اور حق کے خلاف آواز اٹھا کر دوسروں کی سعادت اور کامیابی کے راستے روکے ہوئے ہیں۔

تلوار فتنہ و فساد کو خاموش کرنے کے لئے، محروم اور مظلوم طبقہ کو نجات دلانے کے

---

(۱) اعلام الوریٰ ص ۱۱۰

(۲) کامل ابن اثیر طبع ۱۳۸۵ھ ج ۲ ص ۲۴۹-۲۴۸

لئے اور دوسروں کی ترقی کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے ہے۔

صدر اسلام کے مسلمانوں کا ایمان اور ان کا ثباتِ قدم اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا۔ صدر اسلام کے مسلمانوں کو اپنے دین سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ وہ اس کے لئے ہر طرح کی مشکلات برداشت کرتے تھے اور ہر مصیبت میں ثابت قدم رہتے تھے اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنا وطن چھوڑ دیتے تھے اور ہجرت کر لیتے تھے۔

جناب بلالؓ حبشی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھیں اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔ ابوجہل ان کو حجاز کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر دہکتا ہوا پتھر ان پر رکھ دیتا تھا تاکہ سورج کی تمازت سے تکلیف میں اور اضافہ ہو جائے۔ جب تکلیف انتہا کو پہونچتی تو اس وقت ابوجہل جناب بلال سے کہتا کہ محمدؐ کے پروردگار کا انکار کرو لیکن جناب بلال مسلسل احداً۔ احداً کہتے رہتے تھے (۱) تمام تر مشکلات اور ایذا رسانیوں کے باوجود وہ دین اسلام سے دستبردار نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

اس طرح کے واقعات کے باوجود بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔!؟

دشمنانِ اسلام اپنی تمامتر کوششوں کے باوجود جب اسلام میں کوئی خامی تلاش نہ کر سکے تو انھوں نے سوچا کہ اس طرح دینِ اسلام کو بدنام کیا جائے، مگر انھیں اس کی خبر نہیں کہ اسلام اپنی سادگی، آسانی اور محروموں و مظلوموں کی پناہ گاہ اور زندگی کا ایک جامع اصول ہونے کی حیثیت سے ترقی کر رہا ہے اور پھیلتا جا رہا ہے۔

فرانسیسی مورخ ڈاکٹر گوسٹا لیبون لکھتا ہے کہ:

" اسلام سادہ اور آسان طریقہ سے پھیل رہا ہے جو واقعاً حیرت انگیز ہے

---

(۱) اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۶

اور اسلام کی خاص خصوصیت ہے۔ جہاں بھی مسلمانوں نے قدم رکھا وہاں اسلام نے ابدی شکل اختیار کرلی اور اسلامی نقوش ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگئے۔" (۱)

ایک دوسرے عیسائی مصنف کا کہنا ہے کہ:

" اسلامی تاجروں نے اسلامی سرحدوں کے پار دوسروں سے اسلامی اور ثقافتی تعلقات استوار کئے اور اس طرح دین اسلام پھیلتا چلا گیا، اور اس طرح کی پیش رفت جنگی فتوحات کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھی۔" (۲)

---

(۱) تمدن اسلام و عرب ص ۸۰۷

(۲) جنگ و صلح در اسلام ترجمہ غلام رضا سعیدی۔ ص ۳۴۵

پیغمبر اسلام ص کے زمانے کی جنگوں کے اسباب اور مقتولین کی تعداد

بین الاقوامی آئیڈیالوجی

دُنیا وی خود سر حکمرانوں کی طرح کہ جن کی جنگ کا مقصد حدود مملکت میں توسیع اور انسانی طاقتوں کا استحصال اور قوموں کے سرمایہ پر قبضہ کرنے سے عبارت ہے۔ پیغمبر اسلام ص نے تلوار نہیں اٹھائی، بلکہ وہ تو کتاب اور قانون کی مشعل اُٹھائے آگے بڑھ رہے تھے اور صرف ضروری مواقع پر ظلم و ستم کو روکنے کے لئے راہ کو خاروں سے صاف کرنے کے لئے اور حق و انصاف کا پرچم بلند کرنے کے لئے تلوار اٹھاتے تھے۔

پیغمبر اسلام ص کے زمانے کی جنگیں خود غرض اور خود پرست افراد کے خلاف تھیں، جو بندگان خدا پر طرح طرح کے ظلم ڈھا رہے تھے۔ حقائق اور اسلامی عقائد کی نشر و اشاعت میں روڑے اٹکا رہے تھے۔

کیا اس طرح کی جنگوں کو ناجائز کہا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کا تصادم ہر پیغمبر کے لئے لازمی اور ضروری ہے اور عقل منداس کی تعریف کرے گا، کیونکہ مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی مدت بہت مختصر تھی اور حالات بھی سازگار نہیں تھے اس لئے انھوں نے تلوار نہیں اٹھائی ورنہ وہ بھی سماج کے بیہودہ اور غیر صالح افراد کو نابود کردیتے۔

"عیسائیت کا تبلیغی ادارہ" نے اقوام عالم میں اسلام کو بدنام کرنے کی غرض سے اور اسلامی حلقوں کے نفسیات کو کمزور کرنے کی خاطر، سامراج کے خلاف ان کی انتھک کوششوں کو ختم کرنے کے لئے اور پھیلتے ہوئے اسلام کو روکنے کے لئے پیغمبر اسلامؐ کی جنگوں کو غلط انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی اور مقتولین کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا، تاکہ ان جرائم اور مظالم پر پردہ ڈالا جاسکے، جو گرجا گھروں کے ارباب اقتدار نے عقائد کی تفتیش کے سلسلے میں صلیبی جنگوں میں مظلوم عوام پر ڈھائے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے پیغمبر اسلامؐ کی مشہور و معروف جنگوں کے اسباب و عوامل پر ایک نظر کریں گے اور آخر میں پیغمبر اسلامؐ کی تمام جنگوں میں مقتولین کی فہرست پیش کریں گے، تاکہ حقیقت روشن ہوجائے اور قارئین کرام کو اسلامی جنگوں کا فلسفہ بھی معلوم ہوجائے اور اس بات سے بھی واقف ہوجائیں کہ مقتولین کی تعداد کس قدر مختصر ہے جس کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔

(۱) جنگِ بدر

بعثت کے تیرہ سال تک پیغمبر اسلامؐ اور ان کے اصحاب مکہ میں رہے جہاں وہ قریش کے نت نئے مظالم برداشت کرتے رہے آخرکار پیغمبر اسلامؐ نے اپنے وطن کو ترک کردیا، اور ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے، لیکن کفار اپنے مظالم سے دست بردار نہیں ہوئے

اور مکہ کے بے دست و پا مسلمانوں کو اسی طرح ایذائیں دیتے رہے اور انھیں ہجرت کرنے سے روکتے رہے۔ (۱)

اسی کے ساتھ ساتھ ان کا ارادہ یہ تھا کہ مدینہ کو اقتصادی پابندی میں جکڑ دیں۔ اسی بناء پر انھوں نے اس بات پر پابندی لگادی کہ کوئی بھی قافلہ سامان لے کر مدینہ نہ جائے۔ یہ پابندی ایک مدت تک جاری رہی، جس کی بناء پر مدینہ والے زحمتوں اور سختیوں کا شکار ہوگئے۔ وہ اس بات پر مجبور تھے کہ وہ اپنا "آذوقہ" دریائے سرخ کے ساحل سے جاکر فراہم کریں۔ (۲)

ہجرت کے بعد "ابوجہل" نے پیغمبر اسلامؐ کو ایک سخت خط لکھا اور اس بات کی دھمکی دی کہ وہ قریش کے حملے کا انتظار کریں۔ (۳)

اس مقام پر خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

" وہ لوگ جن پر مظالم ڈھائے گئے ہیں اور ستم روا رکھے گئے ہیں انھیں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ جنگ کر سکتے ہیں اور اپنا دفاع کر سکتے ہیں، وہ لوگ جو اپنے وطن سے صرف اس بات پر نکالے گئے کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے، خدا ان کی نصرت اور مدد پر قادر ہے۔" (۴)

ہجرت کے دوسرے سال اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی زندگی ساز مسائل کا دفاع کرنے کی خاطر اور کفار کی سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے پیغمبر اسلام اٹھ کھڑے ہوگئے اور "بدر" کے مقام پر کفار قریش کے لشکر کے سامنے صف آرا ہوگئے۔ مسلمانوں کی تعداد کفار کی ایک تہائی تھی، لیکن مسلمانوں کی قلیل تعداد نے ایمان کی طاقت اور خدا کی نصرت ومدد سے

---

(۱) بحار ج ۱۹ ص ۱۴۳
(۲) محمد ستارہ ای کہ در مکہ درخشید ص ۹۲
(۳) بحار ج ۱۹ ص ۲۶۶۔ ۲۶۵
(۴) مضمون آیت سورۂ حج ۳۹۔ ۴۰

کفار کے بڑے لشکر کو شکست فاش دی۔ (۱)

(۲) جنگِ اُحد

جنگِ بدر میں کافی کفار قتل کئے گئے تھے۔ کفارِ قریش نے جنگ کی تیاری کی، اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی خاطر ہجرت کے تیسرے سال مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مسلمانوں کی فوج سے "اُحد" میں مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی ایک تعداد نے پیغمبر اسلامؐ کی ہدایات پر عمل نہیں کیا، لہٰذا یہ جنگ اسلام کے حق میں تمام نہیں ہوئی۔ (۲)

(۳) جنگِ خندق

ہجرت کے پانچویں سال "بنی النضیر" کے یہودیوں کا ایک گروہ مکہ گیا اور وہاں کفارِ قریش کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بھڑکایا۔ قریش نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور مختلف گروہوں سے ایک لشکر عظیم تیار کیا اور مدینہ کا قصد کیا۔

مسلمانوں نے اسلامی مرکز "مدینہ" کی حفاظت کی خاطر شہر کے اردگرد خندق کھودی اور دشمن کے دس ہزار کے لشکر کے سامنے صف آرا ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کے سردار کا قلع قمع کردیا اور یہ جنگ مسلمانوں کے حق میں تمام ہوئی۔ (۳)

(۴) جنگِ بنی قریظہ

بنی قریظہ (۴) نے پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ معاہدۂ صلح کیا تھا، لیکن جنگ خندق میں عہد شکنی

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۱۸ - اعلام الوریٰ ص ۷۶
(۲) طبقات قسمت اول ص ۲۷-۲۹
(۳) طبری ج ۲ ص ۱۴۶۳ - ۱۴۷۶
(۴) مضافات مدینہ کے یہودی

کی تھی اور کفارِ قریش کی مدد کی تھی (۱) پیغمبر اسلامؐ کی نگاہوں میں یہ لوگ بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا کہ ان لوگوں کو ختم کر دیا جائے۔

جنگِ خندق کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے اسلامی لشکر کو بنی قریظہ کی طرف چلنے کا حکم دیا یہ لوگ ۲۵ دن تک مسلمانوں کے محاصرہ میں رہے اور آخر میں تسلیم ہو گئے۔ "قبیلہ اوس" نے پیغمبر اکرمؐ سے درخواست کی کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ "سعد بن معاذ جو تمھارے بزرگ ہیں کیا تم ان کے فیصلے کے لئے تیار ہو وہ جو فیصلہ کریں اسے تسلیم کر لو گے؟ سب اس بات پر اس امید میں راضی ہو گئے کہ سعد ان کی طرف داری کریں گے۔ لیکن سعد بن معاذ نے یہ حکم کیا کہ جنگجو افراد کو قتل کر دیا جائے، مال تقسیم کر دیا جائے اور عورتوں کو اسیر کر لیا جائے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں سعد نے وہ فیصلہ دیا ہے جو خدا کا فیصلہ ہے ان کے تمام جنگجو افراد کو قتل کر دیا گیا۔ (۲)

(۵) جنگِ بنی المصطلق

"بنی المصطلق" خزاعہ قبیلہ کا ایک گروہ تھا جس نے مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی۔ پیغمبر اسلامؐ کو ان کی سازش کا علم ہو گیا۔ اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ خطرات کو پہلے ہی روکا جا سکے "مریسیع" نامی جگہ پر ان سے جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ جنگ ہجرت کے چھٹے سال واقع ہوئی۔ (۳)

---

(۱) بحار ج ۲۰ ص ۱۹۱، طبری ج ۳ ص ۱۴۷۲

(۲) طبری ج ۳ ص ۱۴۸۷ - ۱۴۹۳

(۳) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۲، طبری ج ۳ ص ۱۵۱۱

(۶) جنگِ خیبر

خیبر کے قلعہ میں یہودیوں کے کافی گروہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے مشرکین کے ساتھ جنگی اور اقتصادی روابط تھے، مسلمانوں کو ہر وقت ان سے خطرہ لاحق تھا۔ ۷ھ میں مسلمانوں نے خیبر کی طرف رُخ کیا جو دشمنوں کی مرکزی چھاؤنی تصوّر کیا جاتا تھا۔ محاصرہ اور جنگ کے بعد یہودی اسلامی حکومت کے سامنے تسلیم ہو گئے۔ (۱)

(۷) جنگِ موتہ

ہجرت کے آٹھویں سال پیغمبر اسلامؐ نے "حارث بن عمیر" کو خط دے کر بصرہ (۲) کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ جب حارث موتہ پہونچے تو ان کو وہاں قتل کر دیا گیا۔ پیغمبر اسلامؐ کے حکم سے مسلمان دشمن کی طرف چلے۔ موتہ میں روم کے بادشاہ "ہرقل" کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ لشکر ایک لاکھ رومی اور غیر رومی سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اس جنگ میں "زید بن حارثہ"، "جعفر بن ابی طالب" اور "عبداللہ بن رواحہ" جیسے اسلامی لشکر کے سردار شہید ہوئے۔ مسلمان دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے اور مدینہ واپس چلے آئے (۳)

(۸) فتح مکّہ

صلح حدیبیہ میں کفار قریش نے پیغمبر اسلامؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ مسلمان اور ان کے ہم معاہدہ افراد پر ظلم و تعرض نہیں کریں گے لیکن ان لوگوں نے اپنے معاہدہ کو توڑ دیا اور قبیلہ

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۱۶، طبقات جلد ۲ جزاول ص ۷۷-۷۸، طبری ج ۳ ص ۱۵۷۵-۱۵۸۴

(۲) شام میں ایک جگہ ہے

(۳) طبقات ج ۲ جز اول ص ۹۴-۹۲

"بنی بکر" کا ساتھ دیا، تاکہ قبیلہ خزاعہ کو جس سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا، نابود کر دیا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ ان لوگوں کی روک تھام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر بتائے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور خاص تدبیر سے مکہ میں داخل ہو گئے اور مکہ کو فتح کر لیا۔ خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اور اس بات کا اعلان کیا کہ:

"جان لو کہ تم لوگ پیغمبرؐ کے بہت برے پڑوسی تھے۔ تم نے پیغمبرؐ کی تکذیب کی اور ان کو ایذائیں پہونچائیں اور ہمیں ہمارے وطن سے باہر نکالا، اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ مدینہ اور اس کے علاوہ ہر جگہ ہم کو ایذائیں پہنچاتے رہے ہم سے جنگ کی ـــــ جاؤ تم سب آزاد ہو۔" (۱)

پیغمبر اسلامؐ کی اس عفو درگذر کا اثر یہ ہوا کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس فتح کے موقع پر پیغمبر اسلامؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جنگ نہ کرو، مگر صرف دفاعی اور مشرکین کے حملوں کو روکنے کے لئے لیکن ۸ مرد اور ۴ عورتوں کا خون حلال کر دیا۔ ان میں سے ۴ افراد قتل کئے گئے البتہ خالد اور مشرکین کی فوج سے جو "عکرمہ بن ابی جہل" کی سرکردگی میں لڑ رہی تھی کچھ جھڑپیں ہوئیں جس میں کچھ لوگ قتل کئے گئے۔ (۲)

(۹) حنین اور طائف

قبیلہ "ہوازن" نے اسلام کے خلاف ایک لشکر تیار کیا۔ پیغمبر اسلامؐ کو اس کی اطلاع ہوئی، ۱۲ ہزار افراد کو لے کر پیغمبر اسلامؐ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ وادیٔ "حنین" میں جنگ شروع ہوئی۔ آخر کار کفار کو شکست ہوئی اور وہ تسلیم ہو گئے (۳) اس جنگ کے بعد

---

(۱) اعلام الوریٰ ص ۱۱۲-۱۰۴، بحار ج ۲۱ ص ۱۰۶
(۲) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۷-۲۵۰
(۳) بحار ج ۲۱ ص ۱۴۹

پیغمبر اسلام نے طائف کا رُخ کیا، تاکہ قبیلہ "ثقیف" جو ہوازن کا ساتھ دے رہا تھا، اس کی بھی سرزنش کی جا سکے۔ لیکن کچھ دنوں کے محاصرہ کے بعد اس کی فتح کا ارادہ بدل دیا اور مکہ کی طرف مراجعت کی۔(۱)

ان جنگوں کے علاوہ کچھ تبلیغی سفر اور چھوٹی چھوٹی جنگیں اور بھی ہیں جو پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں واقع ہوئی ہیں۔ آیئے ان تمام جنگوں میں مقتولین (مسلمان اور کافر) کی تعداد پر ایک نظر کرتے ہیں جو پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں شہید یا قتل کئے گئے ہیں۔ مشہور اور معروف تاریخی کتابوں سے ایک نقشہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام جزء ۳ و ۴ ص ۴۸۲

پیغمبر اسلامؐ کے زمانے کی جنگوں میں مقتولین کی تعداد

تاریخی مآخذ کے مطابق

جنگوں کے نام	تاریخ الخمیس	سیرۃ ابن ہشام	تاریخ یعقوبی	طبقات ابن سعد	بحار الانوار	تاریخ طبری
بدر	۸۴	۸۴	۸۶	۸۴	۸۴	۸۴
اُحد	۹۳	۹۲	۹۰	۱۰۹	۱۰۹	۷۰
خندق	۹	۹	۱۴	۱۱	۹	۹
بنی قریظہ	۸۰۰	۸۵۰	۷۵۰	۷۰۰	۹۰۰	۸۵۰
بنی المصطلق	۱۲	–	–	۱۰	۱۰	–
خیبر	۳۲	۲۳	-	۹۸	–	۳
موتہ	۲۱	۱۳	–	۱۳	–	۳
فتح مکہ	۲۹	۲۰	–	۳۳	-	۲۱
حنین اور طائف	۹۶	۱۰۱	–	۸۷	۱۱۲	۸۵
بقیہ جنگیں	۲۵۰	۱۲۲	–	۱۱۹	۳۳۳	۲۱۰

توضیح

(۱) یہ تعداد مذکورہ ماخذ سے اختلاف کی صورت میں سب سے زیادہ تعداد ہے اور جہاں اعداد و شمار نہ مل سکے وہ خانہ خالی چھوڑ دیا ہے۔

(۲) "تاریخ الخمیس" جو ایک ماخذ ہے۔ یہ کتاب کئی تفسیر و حدیث اور تاریخی کتابوں کا مجموعہ ہے۔

نقشہ میں مقتولین کی جو تعداد آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ یہ تعداد مقتولین کی اس تعداد سے قابل مقایسہ ہی نہیں ہے جو مذہبی اور صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ پیغمبر اسلام کی کوئی بھی جنگ کشور کشائی کے لئے نہیں تھی یا انتقام اور ظلم کی بنا پر نہیں تھی بلکہ تمام جنگیں ظالموں کو روکنے کے لئے عہد توڑنے والوں کے خلاف اور مسلمانوں کے استقلال کی حفاظت اور دفاع کی خاطر اور کلمۂ حق کو بلند کرنے کے لئے تھیں۔

ڈاکٹر گوستاؤلیبن کے بقول:

"اسلام نے جہاد واجب کیا ہے۔ لوگوں کو دوسرے مذاہب کے افراد کے ساتھ عدل و انصاف اور درگذشت کے برتاؤ کی دعوت دیتا ہے اور انھیں مذہبی آزادی دیتا ہے۔" (۱)

---

(۱) تمدن اسلام و عرب ص ۱۴۰

پیغمبرِ اسلامؐ کی عالمی رسالت

اسلام مشرق و مغرب کا دین

اسلام پہلے ہی دن سے صاف و شفاف چشمہ کی طرح ظاہر ہوا۔ رفتہ رفتہ اس کی وسعتوں اور گہرائیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخر میں ایک رواں دواں دریا کی شکل اختیار کر گیا اور بشریت کی مختلف سرزمینوں کی آبیاری کرتا رہا اور تشنہ لب انسانیت کو سیراب کرتا رہا، اور آج بھی پھیلتا جارہا ہے، وسیع تر اور عمیق تر ہوتا جارہا ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ غلط رسم و رواج کی کثافتوں سے آدمیت کو پاک و پاکیزہ کردے اور منزلِ ہدایت کی رہنمائی کرے۔

سامراج کی سیاسی سازشوں کے باوجود اسلام آگے بڑھ رہا ہے۔ دشمنوں کے غلط پروپیگنڈے اور اسلام کو نابود کرنے کی تمام کوششیں اسلام کو بڑھنے سے روک نہ سکیں۔

اسلام کے ہاتھوں میں عمومیت اور کامیابی کی کلید ہے جس کی بنیاد پر وہ دستور اور قوانین بناتا ہے۔

وہ راز اور وہ رمز یہ ہے کہ اسلام فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہے جو فطرت تمام انسانوں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے اور جس پر ان کی زندگی قائم ہے۔

اس بنا پر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ مشرقی پیغمبر مغربی لوگوں کی ہدایت نہیں کرسکتا وہ لوگ زبردست اشتباہ کا شکار ہیں، کیونکہ مشرق اور مغرب

فطرت کے لحاظ سے یکساں ہیں جس طرح مشرقی لوگوں کو دینِ فطرت کی ضرورت ہے، اسی طرح مغرب والوں کو بھی دینِ فطرت کی ضرورت ہے۔

آنحضرتؐ نے مکّہ سے تمام دُنیا کو اسلام کی دعوت دی

جب مکہ کی تاریک فضا میں ہمارے پیغمبرؐ کے ذریعہ توحید کا نعرہ بلند ہوا، توحید کے علمبردار کی نظر میں صرف خطۂ حجاز اور مکہ کی اصلاح نہیں تھی، وہ اس بات پر مامور تھے، کہ اپنی عالمی رسالت کی ابتدا مکّہ کے ماحول سے کریں۔

اس بات پر گواہ پیغمبر اسلام کا وہ جملہ ہے جو انھوں نے اپنی رسالت کے آغاز میں اپنے رشتہ داروں سے فرمایا تھا:

اِنّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ خَاصَّةً وَاِلَی النّاسِ عَامَّةً (۱)

"میں یقیناً اللہ کا نمائندہ ہوں خاص کر تم لوگوں کے لئے اور بقیہ تمام لوگوں کے لئے۔"

اسی طرح قرآن مجید کی آیتیں بھی اس حقیقت کی تاکید کرتی ہیں۔ یہ آیتیں ملاحظہ ہوں:

- قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا (۲)

  "کہہ دیجئے۔ اے لوگو! میں یقیناً تم سب لوگوں کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔"

- وَمَا ارسلنٰک الاّ رحمۃ للعالمین (۳)

  "ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔"

---

(۱) کامل التواریخ ج ۲ ص ۶۱ طبع بیروت ۱۳۸۵ھ

(۲) سورۂ اعراف آیۃ ۱۵۸

(۳) سورہ انبیاء آیۃ ۱۰۷

● وَاُوحِیَ اِلَیَّ ھٰذا القرآن لِاُنذِرَکُم بِہ وَمَن بَلَغَ (۱)

"یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں اور دوسرے تمام لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤں۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی عالمی رسالت مدینہ آنے اور اسلام پھیلنے کے بعد نہیں شروع ہوئی ہے بلکہ آنحضرتؐ کی دعوت پہلے ہی دن سے تمام لوگوں اور تمام جگہوں کے لئے تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا جس نے یہ سوال کیا تھا کہ:۔ "قرآن جس قدر پڑھا جاتا ہے جتنا اس کا درس دیا جاتا ہے پھر بھی تازہ ہے۔؟"

"خداوند عالم نے قرآن کسی خاص زمانے یا کسی خاص گروہ کے لئے نازل نہیں کیا ہے، لہذا وہ قیامت تک ہر زمانے میں اور ہر ایک کیلئے تازہ رہے گا۔" (۲)

ایک اور دلیل

ہجرت کے چھٹے سال پیغمبر اسلام نے اپنے نمائندے دنیا کے مختلف سربراہوں کے پاس بھیجے، ان کے ہمراہ ایک خط بھی بھیجا جس کی پیشانی پر "محمد رسول اللہ" چمک رہا تھا ان تمام خطوط میں بس ایک مضمون تھا کہ تمام لوگوں کو توحید اور اسلامی برادری کی دعوت دی گئی تھی۔

---

(۱) سورۂ انعام آیۃ ۱۹

(۲) سفینۃ البحار ج۲، ص۴۱۳

پیغمبر اسلام کے دعوت نامے خدا کے حکم سے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے تھے، لہٰذا اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور حق کے متلاشی اور با انصاف لوگوں نے دین اسلام قبول کرلیا جیسے "نجاشی"۔ "مقوقس" وغیرہ۔ (۱)

پیغمبر اسلام کے تبلیغی خطوط یکجا کرنے کے سلسلے میں جو تحقیقات کی گئی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ نے تقریباً ۶۲ خطوط بادشاہوں، قبائل کے سرداروں اور بادیہ نشینوں کو لکھے ہیں جن میں اسلام کی دعوت دی ہے۔ ۲۹ خطوں کے متن تاریخ میں موجود ہیں۔ (۲)

پیغمبر اسلامؐ کے خطوط پر ایک نگاہ کرتے ہیں:—

(۱) ایران کے بادشاہ "کسریٰ" کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے رسول محمدؐ کی طرف سے فارس کے سربراہ کسریٰ کے نام

"سلام ہو سالکان ہدایت پر اور خدا اور اس کے رسول کے ماننے والوں پر اور اس پر جو خدا کی یکتائی اور اس کے بندے محمدؐ کی رسالت کی گواہی دے میں تمہیں خدا کے حکم سے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ میں تمام لوگوں کے لئے خدا کا رسول ہوں، تاکہ زندہ دلوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤں اور کافروں کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اسلام قبول کرلو تاکہ صلح و سلامتی کے حصار میں آجاؤ، اور اگر روگردانی کروگے تو مجوسیوں کا گناہ تمہارے سر پر ہے۔" (۳)

---

(۱) کامل ابن اثیر طبع ۱۳۸۵ھ ج ۲ ص ۲۱۰، مکاتیب الرسول ج ۱، ص ۳۱-۳۰

(۲) مکاتیب الرسولؐ ج ۱، ص ۴۱، ۳۵ ــ ۱۸۲، ۹۰

(۳) مکاتیب الرسولؐ ج ۱، ص ۹۰، سیرۃ حلبیہ ج ۳، ص ۲۷۷

(۲) روم کے بادشاہ "ہرقل" کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

"...... میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر اسلام کے دائرہ میں داخل ہو جاؤ گے تو فائدہ و نقصان میں مسلمانوں کے شریک ہو' ورنہ لوگوں کو آزاد کر دو تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں یا خراج ادا کریں۔ تم انکی راہ میں حائل نہ ہو۔" (۱)

(پیغمبر اسلامؐ کے خطوط صرف بادشاہوں سے مخصوص نہ تھے بلکہ آنحضرتؐ نے مختلف گروہوں اور مختلف مذاہب کو بھی خطوط ارسال کیے ہیں تاکہ سب کے سب انسانیت کے افق پر اسلام کے نیر تاباں سے واقف ہو جائیں)۔

(۳) یمامہ کے سربراہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے خدا کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے "ہوذہ" کے نام

"سلام ہو ان پر جو راہنمایان دین کی رہنمائی اور ہدایت کی پیروی کریں اے یمامہ کے سربراہ! یہ جان لو کہ میرا دین وہاں تک ترقی کرے گا جہاں تک انسان کے امکان میں ہے۔ لہٰذا دین اسلام قبول کر لو تاکہ سلامت رہو"..... (۲)

(۴) یہودیوں کے نام

"یہ خط ہے محمدؐ خدا کے رسول موسیٰ کے ساتھی اور بھائی کی طرف سے خدا نے اس کو اسی رسالت کے ساتھ بھیجا ہے جس پر موسیٰ کلیم اللہ کو مامور

---

(۱) محمد و زمامداران ص ۱۶۲
(۲) سیرۃ حلبی ج ۳ ص ۲۸۵

کیا تھا۔ تم کو خدا کی اور ان پاکیزہ لوحوں کی قسم جو طور سینا پر جناب موسیٰ پر نازل ہوئی تھیں۔

کیا تم نے اپنی آسمانی کتابوں میں قوم یہود اور تمام لوگوں کی جانب میری رسالت کا تذکرہ پڑھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کرو، اور اگر تم نے نہیں پڑھا ہے تو کوئی بات نہیں" (۱)

(۵) نجران کے اسقف کے نام

خدائے معبود اور خدائے ابراہیمؑ کے نام سے

یہ خط ہے خدا کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے اسقف نجران کو

" میں تم کو لوگوں کی عبادت سے خدائے واحد کی عبادت و پرستش کی طرف دعوت دیتا ہوں" (۲)

اسلام کا پیغام پہنچانے میں ہماری ذمہ داریاں

دین اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی پیغمبر اسلامؐ اور ان کے وفادار اصحاب کی دن رات انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اسلام کی تبلیغ میں دو منظم طاقتوں سے استفادہ کیا۔ ایک، ایسے زبردست مقررین جنھوں نے باقاعدہ دین اسلام کو سمجھا تھا اور دل و جان سے آنحضرتؐ پر عاشق و نثار تھے۔ دوسرے، وہ خطوط جو اسلام کی حیات آفریں اور جامع تعلیمات کے ترجمان تھے۔

وسائل کے نہ ہونے کے باوجود پیغمبر اسلامؐ نے دنیا کے مختلف حصّوں میں اپنے

---

(۱) مکاتیب الرسولؐ ج ۱ ص ۱۷۲

(۲) البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۳

نمائندے بھیجے۔ اس وقت پیغمبر اسلامؐ کی رُوحِ پاک اسلامی معاشرہ کو دیکھ رہی ہے، کہ اسلامی تعلیمات کی راہ میں کیا کوششیں ہو رہی ہیں۔ کیا اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی خاطر نئے نئے وسائل اور جدید طرز و انداز سے استفادہ کیا جا رہا ہے یا نہیں۔؟

اسلام کی عالمی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ہمیں اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنا ہوگا، اور اس راہ میں لازمی قربانیوں اور فداکاریوں سے دریغ نہ کرنا ہوگا، تاکہ ہم اپنے مشرقی اور مغربی بھائیوں اور بہنوں کو اس حیات آفریں سرچشمہ کی ہدایت کر سکیں، اور دنیا کی تمام فضیلتوں کو حاصل کر سکیں ـــــ جیساکہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

"... خدا کی قسم! اگر خدا تمھارے ذریعہ کسی ایک انسان کی ہدایت کردے تو یہ تمھارے لئے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے..." (۱)

---

(۱) بحار، ج ۲۱، ص ۳۶۱

آنحضرتؐ آخری پیغمبر

اسلام کی ابدیت اور آنحضرتؐ کی خاتمیت

پیغمبر اسلام کا آخری نبی ہونا، خدائے واحد ہونے کی طرح مسلمانوں کے تمام فرقوں میں واضح اور روشن ہے۔ یہ وہ بات ہے جس پر سب متفق ہیں۔

دین اسلام ہمیشہ تازہ ہے علم وفکر کا افق جتنا زیادہ وسیع ہوتا جائے گا اتنا ہی زیادہ اسلام کی جامعیت روشن ہوتی جائے گی اور خصوصیتوں کو کبھی زوال نہیں ہوگا۔ اس کے بارے میں ذرا تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں کہ یہ صرف عقیدہ ہے یا اس کا واضح ثبوت بھی ہے۔؟

ایک دین کے ابدی ہونے کے اسباب وعوامل کیا ہیں، اس پر اور پھر اسلامی قوانین پر ایک نظر کرتے ہیں۔

(۱) کسی مذہب کا فطری ہونا اس کی بقاء اور دوام کا بہترین سبب ہے۔ وہ دین جس کے قوانین کی بنیاد فطرت اور ضمیر ہو، وہ قدم بہ قدم ہمیشہ آگے بڑھتا رہے گا۔ فنا اور زوال کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہونچے گا۔ یہ دین نہ کبھی پرانا ہوگا اور نہ کبھی از کار رفتہ۔

(۲) وہ قوانین جو زمان ومکان کی قیود کے پابند نہیں ہیں وہ ہر ترقی کے ساتھ ہم آہنگ ہیں زمانے کی رفتار ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

اس کے برخلاف وہ قوانین جو کسی خاص زمانے سے مخصوص ہیں، وہ ہر زمانے میں انسان کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نقل و انتقال کے لئے ہمیشہ طبیعی سواریوں سے استفادہ کریں جیسے اونٹ، گھوڑا، خچر وغیرہ۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس طرح کا قانون ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا بلکہ خود بخود ختم ہو جائے گا، کیونکہ نئی نئی ضرورتیں یہ تقاضا کرتی ہیں کہ انسان جدید وسائل سے بھی استفادہ کرے۔

گزشتہ ادیان کو جو بقاء نصیب نہیں ہو سکی اس کا ایک سبب یہ ہے کہ یہ ادیان ایک خاص زمانے اور خاص گروہ کے لئے تھے۔

(۳) جامعیت

ابدی دین کو جامع ہونا چاہیئے اور انسان کے تمام مسائل کا اس میں حل موجود ہونا چاہیئے انسان کی مضطرب اور تشنہ روح غلط رسم و رواج و تکلفات، جیسے صلیب کا نصب کرنا، روٹی اور شراب کا کھانا، سے سیراب نہیں ہو سکتی، اور نہ اس کو حقیقی اطمینان مل سکتا ہے۔ یہ روح ایک جامع قانون و تعلیمات کی متلاشی ہے جو زندگی کے ہر گوشے میں اس کی رہنمائی کر سکے اور اس کی سماجی مشکلات حل کر سکے۔

(۴) تاریکیوں میں رہنمائی

عام قوانین کبھی ایک دوسرے سے ٹکرا کر یا نئی ضرورتوں کے مدنظر ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ کوئی حل نظر نہیں آتا۔

ابدی دین کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ عمومی قوانین کے ساتھ ساتھ کچھ خاص قوانین بھی ہوں جو یہ بتائیں کہ ایسے مواقع پر کیا کرنا چاہیئے اور مشکلات کو کس طرح حل کرنا چاہیئے۔ تب یہ دین ہر زمانے اور ہر حالت سے ہم آہنگ ہو سکتا ہے اور ہر طرح کی مشکلات میں رہنما بن سکتا ہے اور ہر وقت قابل عمل رہ سکتا ہے ـــــ یہی عوامل و اسباب کسی دین کی بقا اور ابدیت کا اہم راز ہیں، اور یہ تمام چیزیں دین اسلام میں بھرپور طریقے سے پائی جاتی ہیں۔

اسلام دین ابدیت

(۱) ـــ دین اسلام نے اپنی قانون سازی کے لئے انسان کی ہمیشہ ثابت رہنے والی فطرت کو بنیاد قرار دیا ہے اور اس کی تمام ضرورتوں کا صحیح حل پیش کیا ہے ۔

اسلامی نظام کو اس طرح منظم کیا گیا ہے کہ انسان کے تمام تقاضوں کو نقطۂ اعتدال پر رکھا گیا ہے۔ مثلاً جنسی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے مختلف اور سادہ چیزیں پیش کی ہیں جس سے یہ تقاضا پورا ہو جاتا ہے، دوسری طرف سے اس کی غیر محدود آزادی کو بھی محدود کیا ہے اور اس کو بے راہ روی سے روکا ہے تاکہ معاشرے میں فتنہ و فساد اور تباہیاں نہ پھیلنے پائیں۔

(۲) اسلام کے بنیادی قوانین کسی خاص زمانے سے مخصوص نہیں ہیں، تاکہ زمانے کے تغیر و تبدل اور ترقیوں کو دیکھتے ہوئے اس میں بھی تبدیلی کی جائے، بلکہ یہ قوانین ہر زمانے اور ہر حالت سے ہم آہنگ ہیں اور یہ ان چیزوں کی نشان دہی کر سکتے ہیں جو معاشرے کے لئے مفید اور سازگار ہوں ۔

اسلام کے جہاد کے نظام میں یہ نہیں ملتا ہے کہ اسلام نے اس زمانے میں موجود وسائل پر اصرار کیا ہو، مثلاً جنگ ہمیشہ تلوار سے ہونا چاہیئے۔ بلکہ عمومی طور پر یہ حکم دیا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں قوت و طاقت جمع کرو تاکہ اپنی زندگی کے حقوق کا دفاع کر سکو اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کر سکو۔ یہ ایک کلی اور جامع قانون ہے جو ہر طرح کی ترقیوں سے ہم آہنگ ہے اور ہر وقت رہنمائی کر سکتا ہے۔ یہی حال بقیہ دوسرے قوانین کا ہے۔

(۳) اسلام نے نادر اور غیر متصور موارد کے لئے بھی قوانین وضع کئے ہیں جیسے قانون "اضطرار"۔ قانون "لا حرج" اور قانون "لا ضرر" وغیرہ (۱)... اسی طرح کے قوانین ہر

(۱) (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طرح کی مشکل کو حل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ائمہ علیہم السّلام اور مراجع تقلید کو یہ حقوق حاصل ہیں کہ سماجی مسائل و مشکلات میں اسلامی قوانین کی روشنی میں کوئی راہِ حل پیش کر سکتے ہیں۔

(۴) اسلام کا نظامِ قانون دُنیا کے تمام ادیان و مکاتب کے قوانین سے وسیع تر ہے۔ اسلام میں حقوقی، اقتصادی، جنگی اور اخلاقی وغیرہ مسائل بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر بیان کئے گئے ہیں، اور ان موضوعات پر علماء اسلام نے ہزاروں کتابیں تالیف کی ہیں کہ ان سب کا ماٰخذ قرآن کریم اور پیغمبر اسلامؐ اور اہل بیت علیہم السّلام کی احادیث ہیں۔

ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر عقل مند اس بات سے واقف ہو جائے گا کہ اسلام ایک جامع قانون ہے جو ہمیشہ انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے۔ ایسے جامع دین کے ہوتے ہوئے کسی جدید دین یا کسی نئے پیغمبرؐ کی ضرورت نہیں ہے۔

خاتمیت قرآن کی نظر میں

دین اسلام کی جامعیت اور آنحضرتؐ کی خاتمیت کو قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے جن میں بعض اس طرح ہیں:۔

○ وتمت کلمة ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلماته وهو السمیع العلیم (۲)

"آپ کے رب کا کلام صداقت و عدالت کے ساتھ کامل ہو گیا

---

(۱) قانون "اضطرار" مجبوری کے مواقع پر۔ قانون "لاحرج" سختی اور مشقت کے موارد کے لئے اور قانون "لاضرر" ضرر اور نقصان کے مواقع پر جاری ہوتا ہے۔ ان قوانین کی خصوصیات فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

(۲) سورہ انعام آیۃ ۱۱۵، تفسیر المیزان ج ۷، ص ۳۴۸، تفسیر منہج الصادقین ج ۳ ص ۴۳۹

کسی کو اس میں تبدیلی کا حق نہیں ہے۔ وہ سُننے اور جاننے والا ہے"۔

○ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین (۱)

"محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، وہ تو بس اللہ کے رسول اور اس کے آخری نبی ہیں"۔

لفظ "خاتم" "ت" پر زبر یا زیر کے ساتھ جہاں کہیں استعمال ہوتا ہے اور کسی جمع کی طرف مضاف ہوتا ہے، اس وقت "آخری" کے معنی دیتا ہے۔ اس آیت میں "خاتم النبین" سے آخری نبی مُراد ہیں (۲) اور نبی رسول کی بہ نسبت عام ہے۔(۳)

اس بنا پر تمام پیغمبر نبی تھے، کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہے جو نبی نہ ہو۔ لہٰذا یہ آیت جو رسول اللہ کو "خاتم النبیین" کے لقب سے یاد کر رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمدؐ تمام پیغمبروں کے آخر ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی یا پیغمبر نہیں آئے گا، اور نہ کوئی صاحبِ کتاب ہی آئے گا۔

○ اِن ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (۴)

"یہ قرآن بہترین اور پائیدار راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے"۔

ظاہر سی بات ہے اس طرح کی ہدایت اور نظامِ ہدایت کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

---

(۱) سورۂ احزاب آیتہ ۴۰

(۲) لسان العرب۔ مادہ ختم

(۳) مفسرین اور علما نے لغت، آیات قرآن اور معتبر روایتوں کی بنا پر تصریح کی ہے کہ نبی رسول سے عام ہوتا ہے تفصیل کے طالب حضرات ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں: جامع الجوامع ص ۲۰۵، تفسیر المیزان ج ص ۱۴۴، تفسیر الکشاف ج ۳ ص ۱۶۴، تفسیر بیضاوی ص ۴۴۷، مجمع البیان ج ۷، ص ۹۱، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲ وغیرہ۔

(۴) سورۂ اسریٰ آیتہ ۹

خاتمیت روایات کی نظر میں

اسلامی روایات میں خاتمیت کے موضوع پر اس قدر روایتیں موجود ہیں کہ یہ مسئلہ عقیدے کے بہت ہی واضح مسائل میں شمار ہوتا ہے۔

- پیغمبر اسلامؐ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

"میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، اور میری شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں آئے گی۔" (۱)

- امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا:

"خداوند عالم نے تمہاری کتاب پر تمام کتابوں کا اور تمہارے پیغمبرؐ پر تمام پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا۔" (۲)

- حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا:

"خداوند عالم نے حضرت محمّد مصطفیٰؐ کو تمام نبیوں اور پیغمبروں کے بعد بھیجا اور ان پر وحی کی انتہا کر دی۔" (۳)

- پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا:

"تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (۴)

---

(۱) مستدرک ج ۲، ص ۲۶۲

(۲) اصول کافی ج ۱، ص ۱۷۷

(۳) نہج البلاغہ ترجمہ فیض الاسلام خطبہ ۱۳۳ ص ۴۰۳

(۴) کامل ابن اثیر طبع ۱۳۸۵ھ ج ۲، ص ۲۷۸

○ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کی شریعت قیامت تک نسخ نہیں ہوگی اور ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (۱)

یہ اور اسی طرح کی بے شمار حدیثیں پیغمبر اسلام ؐ کی خاتمیت کو بیان کر رہی ہیں، اور دین اسلام کی جامعیت اور ابدیت کا اعلان کر رہی ہیں۔

دین اسلام کی عظمت و بلندی قوانین اسلام کی گہرائی اور گیرائی اور اس کے قواعد کی عمومیت، اس کی تازگی کی ضمانت اور قیامت تک اس کی ابدیت کی سند ہے۔

کتنا مناسب ہے کہ ہم اسلام کو پھیلانے کی کوشش کریں اور تمام لوگوں کو اس کی جامعیت اور ابدیت سے روشناس کرائیں۔

(۱) عیون اخبار الرضا طبع قم ج ۲ ص ۸۰

حدیثِ غدیر اور آنحضرتؐ کی جانشینی

پیغمبرؐ خدا کے گھر سے رُخصت ہوتے ہیں

ہجرت کا دسواں سال اور حج کا موسم حجاز کا میدان ایک کثیر اجتماع پر گواہ تھا کہ سب ایک نعرے کے تحت اپنے مقصد کی طرف رواں دواں تھے۔

اس سال حج کے موقع پر کچھ اور ہی شوق و اشتیاق تھا مسلمان جلدی جلدی منزلوں کو طے کرتے ہوئے خود کو مکہ پہنچا رہے تھے۔

لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ کی صدائیں مکہ کے صحراؤں سے سُنائی دے رہی تھیں۔ ایک کے بعد دوسرا قافلہ شہر سے نزدیک ہو رہا تھا۔ تمام حاجی ایک طرح کا لباسِ احرام پہنے ہوئے گرد میں اَٹے آنسو بہاتے ہوئے خود کو پروردگار کے حرم امن و امان میں پہونچا رہے تھے اور اس گھر کا، جس کو توحید کے علمبردار جناب ابراہیمؑ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا طواف کر رہے تھے۔

فرید وجدی نے سن دس ہجری کے حاجیوں کی تعداد ۹۰ ہزار لکھی ہے (۱) لیکن یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک بیان کی گئی ہے۔ (۲)

---

(۱) دائرۂ معارف۔ فرید وجدی ج ۳ ص ۵۴۲

(۲) الغدیر۔ ج ۱ ص ۹

پیغمبر اسلامؐ دیکھ رہے ہیں کہ مسجد الحرام حاجیوں سے چھلک رہی ہے اور سب انما المومنون اخوۃ کی تصویر بنے فرشتوں کی طرح عبادت و دُعا میں مشغول ہیں۔

لیکن کبھی کبھی غم و اضطراب کی ایک لہر پیغمبر اکرمؐ کے چہرۂ اقدس پر نمودار ہوتی ہے اور خوشی و انبساط کو کم کر دیتی ہے۔

انھیں خوف ہے کہ ان کے انتقال کے بعد یہ اجتماع کہیں پراگندہ نہ ہوجائے، اور اخوت اور اتحاد کی رُوح انتشار و افتراق کے جال میں گرفتار نہ ہوجائے اور لوگ پھر اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ نہ جائیں۔

پیغمبر اسلامؐ خوب جانتے ہیں کہ ملّتِ اسلامیہ ایک معصوم اور عالم رہبر کی محتاج ہے، ورنہ ان کی تمام زحمتیں اور اتنے دنوں کی طاقت فرسا کوششیں سب بیکار ہوجائیں گی۔

اس بناء پر پیغمبر اسلامؐ جب سفر پر تشریف لے جاتے، یا جنگ کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے، اگرچہ کتنے ہی مختصر دنوں کے لئے جاتے ہوں مگر ان چند دنوں کے لئے بھی کسی نہ کسی کو ذمہ دار اور امانتدار بنا کر جاتے تھے اور مدینہ والوں کو آزاد اور بے سرپرست نہیں چھوڑتے تھے۔ (۱)

اس بنا پر کیونکر یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ مہربان اور دردمند پیغمبرؐ نے اپنے بعد امت کی رہبری کو حوادث کے حوالے کر دیا ہو۔

جبکہ پیغمبر اسلامؐ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس منزلت و مقام کے لائق کون ہے، اور قبائے خلافت کس کی قامت پر صحیح اُترتی ہے، وہ وہی ہے جب قریش کے سربرآوردہ افراد اور پیغمبر اسلامؐ کے رشتہ دار اسلام کی دعوت کی خاطر ایک جگہ جمع ہوئے تھے تو اس کو آنحضرتؐ نے اپنی خلافت اور جانشینی کے لیے منصوب کیا تھا۔ (۲)

---

(۱) کامل ابن اثیر ص ۲۴۲، ۲۷۸، ۲۱۶۔
(۲) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۷۳، ۱۱۷۱۔

— وہ پاک و پاکیزہ، خدا کا دلدادہ۔ جس نے چشم زدن کے لئے بھی شرک اختیار نہیں کیا اور کبھی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔
— جس نے اسلام کی ترقی میں ہر طرح کی قربانی پیش کی، ہر میدانِ جنگ میں سب سے آگے رہا۔
— جس کا علم رسُول خداؐ کے سرچشمۂ علم سے عبارت ہے۔
— جس کا فیصلہ عالی ترین قضاوت شمار کیا جاتا ہے (۱)

اس کو لوگوں نے بارہا دیکھا ہے اور اس کو خوب پہچانتے ہیں۔ وہ اسلام کے محافظ حضرت ابوطالب کا بیٹا علیؑ ہے۔

حج کا فریضہ آخر کو پہنچا۔ لوگ اپنے شہروں کی طرف عازم سفر ہیں کہ ناگاہ پیغمبر اسلامؐ کے "منادی" کی آواز حجاز کے صحرا میں گونجی۔ مسلمانوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ وحی کا فرشتہ رسولِ خدا کے لئے یہ آیت لے کر نازل ہوا تھا:

"اے پیغمبر! آپ کے خدا نے جو چیز آپ پر نازل کی ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو خدا کی رسالت کو نہیں پہونچایا۔ خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔" (۲)

جس لہجہ میں خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو مخاطب کیا تھا وہ صرف حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا رسمی اعلان تھا جس کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کے درمیان انتشار و اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ لہٰذا پیغمبر اسلامؐ ایک مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ آیت نے نازل ہو کر اس مناسب وقت کا تعین کر دیا۔ لہٰذا تمام لوگوں کو بے آب و گیاہ اور

---

(۱) فضائل الخمسہ طبع دار الکتب الاسلامیہ ج ۱ ص ۱۸۶-۱۷۸

(۲) سورۃ المائدۃ آیۃ ۶۷

پہنچتے ہوئے صحرا میں رک گیا جس کا نام غدیر خم تھا، تاکہ اسلام کی روح خلافت و جانشینی کے مسئلے کو باقاعدہ واضح کر دیا جائے۔

لوگوں کو نہیں معلوم تھا کہ پیغمبر اسلام کے اس اچانک حکم کا منشا کیا ہے۔ کون سی اہم بات پیش آگئی۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ نمازِ جماعت کا اعلان ہوا۔ نماز کے بعد جب مجمع ٹھاٹھیں مار رہا تھا، پیغمبر اسلامؐ کا آسمانی اور جاذب نظر چہرہ منبر کی بلندیوں پر ظاہر ہوا، جس کو اونٹ کے پالانوں سے تیار کیا گیا تھا۔

ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی، کہ پیغمبر اسلامؐ کے حکمت آمیز اور پر معنی کلمات نے چھائے ہوئے سکوت کو توڑا۔ خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد اپنے جلد گزر جانے کی غمناک خبر سنائی۔ اس کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! میں تمہارے لئے کیسا پیغمبر تھا۔؟

سب نے بیک آواز کہا۔ "اے رسول خدا! آپ نے ہماری نصیحت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، ہر طرح سے ہمیں موعظہ کیا اور ہماری تربیت کی۔ خدا آپ کو بہترین اجر عطا فرمائے۔"

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

"میرے بعد خدا کی کتاب اور معصوم رہنما دوش بدوش تمہارے رہبر ہیں
تم ان کی مکمل پیروی کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔"

اس کے بعد حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا، اور اتنا بلند کیا کہ سب لوگ دیکھ لیں پھر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! کس کو مومنین پر خود ان کی ذات سے زیادہ اختیار اور ولایت حاصل ہے۔؟"

لوگوں نے کہا۔ خدا اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: خدا میرا مولیٰ ہے، میں مومنین کا مولیٰ ہوں۔ مجھے مومنین پر

خود ان سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔" پھر بلا فاصلہ یہ فرمایا:

"جس کا میں مولیٰ ہوں اور جس پر مجھے ولایت حاصل ہے علیؑ بھی اُسکے مولیٰ ہیں اور ان کو بھی وہی ولایت حاصل ہے۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔"

یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اور اپنے بیان کے آخر میں فرمایا:

"مومنین پر لازم ہے کہ یہ بات دوسروں تک پہونچا دیں۔"

ابھی مجمع منتشر بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (۱)

"آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں، اور اس بات سے راضی ہو گیا کہ تمہارا دین اسلام ہو۔"

جانشین کے تعین کے رسمی اعلان کے بعد لوگ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کر رہے تھے اور بڑھ بڑھ کر حضرت علیؑ کو جانشین پیغمبر ہونے کی مبارکباد دے رہے تھے سب سے پہلے جس نے مبارکباد دی وہ "ابوبکر" تھے، ان کے بعد "عمر" آئے اور یہ جملہ کہتے ہوئے حضرت علیؑ کے پاس سے اُٹھے کہ:

"اے ابوطالب کے فرزند! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہمارے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولیٰ ہو گئے۔" (۲)

---

(۱) سورہ مائدہ آیۃ ۳

(۲) الغدیر ج ۱ ص ۱۱-۹

حدیثِ غدیر کے راوی

حدیثِ غدیر کے راویوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰،۰۰۰) سے زیادہ ہے کیونکہ پیغمبر اسلامؐ کے حکم کے بموجب غدیرِ خم میں موجود تمام افراد نے یہ حدیث اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو ایک اہم خبر کے عنوان سے دوسروں تک پہونچایا ہے۔ (۱) یہی وجہ تھی کہ غدیرِ خم کا واقعہ مسلمانوں کے عمومی اجتماعات میں ایک بار ضرور دُہرایا جاتا تھا۔

واقعۂ غدیر کے ۲۵ سال بعد جس وقت رسول خداؐ کے اکثر اصحاب انتقال کر چکے تھے اور صرف چند باقی رہ گئے تھے، علی علیہ السلام نے لوگوں سے کہا: "تم میں سے جو شخص غدیرِ خم میں موجود تھا اور پیغمبر اسلامؐ کی زبانی حدیثِ غدیر سنی تھی، وہ گواہی دے۔" اس نشست میں ۳۰ افراد کھڑے ہوئے اور انھوں نے حدیث غدیر کی گواہی دی۔(۲)

معاویہ کے مرنے سے ایک سال پہلے ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں امام حسین علیہ السلام نے بنی ہاشم، انصار اور تمام حاجیوں کو میدان "منیٰ" میں جمع کیا اور چند جملوں کے بعد ارشاد فرمایا:

"تمھیں خدا کی قسم! کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے غدیرِ خم میں حضرت علیؑ کو اُمّت کا ولی اور رہبر قرار دیا اور یہ حکم دیا تھا کہ جو حاضر ہے وہ دوسروں تک پہونچائے۔؟"

سب نے کہا۔ "جی ہاں!" (۳)

---

(۱) الغدیر ج ۱ ص ۶۱، ۶۰

(۲) " ج ۱ ص ۱۶۶، ۱۷۴

(۳) " ج ۱ ص ۱۹۹ - ۱۹۸

علمائے اہل سنت نے پیغمبر اسلام کے ایسے ۱۱۰ اصحاب کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے پیغمبر اسلام کی زبانی حدیثِ غدیر سُنی تھی اور دوسروں سے بیان کی تھی۔ انھوں نے اپنی معتبر کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے (۱)

بعض علماء نے تو حدیثِ غدیر کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔(۲)

حدیثِ غدیر کا مفہوم

ایسے شواہد اور علامتیں موجود ہیں، جو اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ لفظ "مولیٰ" اور "ولی" سے پیغمبر اسلام کی جانشینی اور اُمّت کی سربراہی مراد ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم اس کے لئے صحیح نہیں ہے۔

(۱) یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ حدیثِ غدیر بیان کرنے سے پیغمبر اسلام کو اندیشہ لاحق تھا جب تک خدا کا صریح اور شدید حکم نہ آگیا اس وقت تک پیغمبر اسلام نے اس کا اعلان نہیں کیا۔

کیا یہ بات باور کی جا سکتی ہے کہ حدیثِ غدیر سے حضرت علی کی دوستی مراد ہے۔ اگر مقصد یہی تھا تو اس کے اعلان کرنے میں کوئی اندیشہ نہیں تھا، اسلامی معاشرے کے انتشار کا کوئی سوال نہیں تھا۔

لہٰذا حدیثِ غدیر سے وہی خلافت و جانشینی اور رہبری مراد ہے جس کے اعلان سے اندیشہ تھا کہ مسلمانوں میں موقع پرست افراد سرکشی پر اتر آئیں اور ملّتِ اسلامیہ انتشار کا شکار ہو جائے۔

---

(۱) الغدیر ج ۱ ص ۶۱، ۱۴

(۲) الغدیر ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۵۲ میں ان تمام افراد کا ذکر موجود ہے

۲) پیغمبر اسلامؐ نے "مَنْ کُنْتُ مَولَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَولَاہُ" فرمانے سے پہلے لوگوں سے اس بات کا اعتراف کرایا تھا کہ آنحضرتؐ کو ان کے اوپر، خود ان کی ذات سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں اور آنحضرت کو رہبری اور سرپرستی کی منزل بلند حاصل ہے۔ بالکل وہی منزلت پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ کے لئے بیان کی اور بلا فاصلہ فرمایا "میں جس کا مولیٰ اور سرپرست ہوں علی بھی اس کے مولیٰ اور سرپرست ہیں"۔

۳) پیغمبر اسلامؐ کی اجازت سے "حسان بن ثابت انصاری" نے واقعۂ غدیر کو اشعار میں بیان کیا تھا اور پیغمبر اسلامؐ نے اس کی تائید بھی کی تھی۔ حسان نے اپنے اشعار میں حضرت علی علیہ السّلام کی خلافت اور امامت کی تصریح کی ہے اور اس مجمع میں موجود کسی ایک نے بھی حسان پر اعتراض نہیں کیا کہ تم نے "مولیٰ" کے غلط معنی بیان کئے ہیں بلکہ لوگوں نے ان کی تائید اور تشویق کی تھی۔ حسان کے بعض اشعار اس طرح ہیں ؎

فقال لہ قم یا علی فاننی
رضیتک من بعدی اماما وھادیا
فمَن کنتُ مولاہ فھٰذا ولیہ
فکونوا لہ اتباع صدق موالیا(۱)

یعنی: (جس وقت پیغمبر اسلامؐ نے لوگوں سے اپنی رہبری کا اقرار لے لیا) حضرت علیؑ سے کہا۔ اے علی کھڑے ہو کہ میں اپنے بعد تمھاری رہبری اور امامت سے راضی ہوں، پس جس کا میں مولیٰ اور سربراہ اور امام ہوں، یہ علی بھی اس کے مولیٰ، سربراہ اور امام ہیں۔ پس تم لوگ سچے دل سے علی علیہ السلام کی پیروی کرنا۔

---

(۱) الغدیر ج ۲ ص ۳۱، ۳۴

(۴) غدیر کا جشن تمام ہونے کے بعد رسول خداؐ حضرت علیؑ کے ساتھ ایک خیمہ میں تشریف لائے، مسلمانوں اور اپنی ازواج کو حکم دیا کہ علی کی خدمت میں مبارکباد پیش کریں، ان کی بیعت کریں اور "امیر المومنین" کہہ کر ان کو سلام کریں (۱)

ظاہر ہے کہ یہ اہتمام خلافت اور امامت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کسی اور چیز کے لئے نہیں۔

(۵) پیغمبر اسلامؐ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا "ھنوئنی" "مجھے مبارکباد دو، کیونکہ خداوند عالم نے مجھے نبوت و رسالت کے لئے اور میرے خاندان کو امامت کے لئے مخصوص قرار دیا ہے"۔(۲)

ان شواہد اور علامتوں کے بعد حدیثِ غدیر کے مفہوم میں کوئی اجمال باقی نہیں رہ جاتا۔

---

(۱) الغدیر ج ۱ ص ۲۷۱، ۲۷۰

(۲) الغدیر ج ۱ ص ۲۷۴

آنحضرتؐ کا اخلاق

معاشرے کو اخلاق کی ضرورت

علم اور صنعت جتنی زیادہ ترقی کرتا جائے اتنا ہی زیادہ اخلاق کی ضرورت بڑھتی جائے گی اس ترقی کے ساتھ ساتھ پیغمبروں کی اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ علم وصنعت کی ترقی روزانہ انسان کو نئے نئے وسائل فراہم کرتی ہے۔ لیکن اس کے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ انسان ان وسائل کا غلط استعمال نہیں کرے گا۔

جرائم، فساد، تباہی، قتل، خودکشی..... کی روزانہ حیرت انگیز طور پر بڑھتی ہوئی تعداد اس حقیقت کی نشاندہی کر رہی ہے کہ اخلاق جو پیغمبروں کی تعلیمات کا ایک اہم جزء ہے اگر معاشرے پر اس کی حکومت نہ ہو تو صرف علم وصنعت کی ترقی معاشرے کی سعادت وفلاح کی ضامن نہیں ہے بلکہ سامراج علم وصنعت کو اپنے اختیار میں لے کر اپنے فائدے کے لئے لاکھوں انسانوں کو بے گھر کردے گا جس طرح سے کر رہا ہے۔ کمزور قوموں کے حقوق پامال کردے گا اور ان کو خاک وخون میں ملادے گا۔

جو چیز انسان کی سرکش روح اور بلاخیز تمناؤں پر قابو حاصل کرسکتی ہے اور علم وصنعت کی روزافزوں ترقیوں کو تعمیری امور اور پرامن بقائے باہم کے لئے استعمال کرسکتی ہے وہ صرف

اور صرف حقیقی اخلاق ہے جس کا سرچشمہ خدا کی ذات پر ایمان ہے۔
انبیاء کی اخلاقی تعلیمات اور ان کی راہ و روش بہترین ذریعہ ہے جو انسان کی زندگی کو بامقصد بنا سکتا ہے، اخلاق ہر ایک کے لئے لازمی اور ضروری ہے خواہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی۔ لیکن وہ لوگ جن کے کاندھے پر معاشرے کی رہبری کا بار گراں ہے، ان کے لئے اخلاقیات سب سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ جس پر معاشرے کی تربیت کی ذمہ داری ہے اسے خود مجسم اخلاق ہونا چاہیئے اور تمام انسانی صفات و اقدار کا پیکر ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کے لوح دل کو اخلاقی کثافتوں سے پاک کر سکے۔
اور اگر اس کا دامنِ اخلاق اس گراں قدر سرمایہ سے خالی ہوگا تو وہ صحیح معنوں میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔
دوسرے یہ کہ۔ معاشرے کی ہدایت اور رہبری اتنی عظیم اور سنگین ذمہ داری ہے کہ انسان مکمل اخلاق کے بغیر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر خداوند عالم نے اپنا پیغمبر ایسی فرد کو منتخب کیا ہے جن کی روح بلند، حوصلہ جوان، صبر و ضبط کے کوہ گراں غرض ہر طرح کے اخلاق کی اعلیٰ صفات کا مکمل نمونہ تھے اور اسی اخلاق کے اسلحہ کے ذریعہ انھوں نے فساد و تباہی میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو نجات دلائی اور اخلاقی گراوٹوں میں آلودہ افراد کو پاک و پاکیزہ بنایا۔
قرآن کریم نے پیغمبر اسلام کے بارے میں کہا ہے:۔
"یہ اللہ کی رحمت تھی کہ آپؐ لوگوں کیلئے نرم دل تھے، اگر آپؐ تند مزاج اور سنگ دل ہوتے تو لوگ آپ کے نزدیک نہ آتے۔" (۱)

---

(۱) فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ط سورہ آل عمران آیۃ ۱۵۹

پیغمبر اسلام ﷺ کے اعلیٰ اخلاق نے عرب معاشرے میں اور پھر ساری دنیا میں اسلام کا مقدس انقلاب برپا کر دیا، اور اس عظیم انقلاب کا اثر تھا کہ افتراق اتحاد میں، بیہودگی عفت و پاک دامنی میں، بے کاری کام و کوشش میں، خود پرستی انسان دوستی میں، غرور و تکبر تواضع و انکساری میں تبدیل ہو گئے۔ اور ایسے ایسے تربیت یافتہ انسان برآمد ہوئے جو سر سے پیر تک اخلاق کا نمونہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کا اخلاق اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ خداوند عالم نے اس کو "خلقِ عظیم" کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ (۱)

آنحضرت ﷺ لوگوں کے درمیان

ہمارے پیغمبر اسلام کو رسالت اور اُمت کی ولایت کا بلند و بالا منصب حاصل تھا لیکن اس کے باوجود معاشرے میں ان کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ اگر لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوتے تھے تو نئے آدمی کو دریافت کرنا پڑتا تھا کہ تم میں سے "محمد ﷺ" کون ہیں؟ (۲)

دُنیا نے انھیں مغرور نہیں کیا اور نہ اپنی طرف متوجہ کیا، دُنیا کی رنگینیوں کی طرف آپ ﷺ نے رُخ نہ کیا، دنیا کو ہمیشہ زاہدانہ نگاہ سے دیکھتے رہے۔ (۳)

پیغمبر اسلام ﷺ چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی باتیں کہتے تھے۔ کبھی بھی دوسرے کی بات کاٹتے نہیں تھے۔ (۴)

بات کرتے وقت ترش رو نہیں ہوتے تھے، نازیبا کلمات ہرگز استعمال نہیں کرتے تھے جب کسی سے بات کرتے تھے تو جابر دل کی طرح ترچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ (۵)

---

(۱) وانک لعلی خلق عظیم سورۂ قلم آیۃ ۴
(۲) بحار ج ۱۶ ص ۲۲۹، ۲۲۰ طبع آخوندی
(۳) بحار ج ۱۶ ص ۲۲۹، ۲۲۰ "
(۴) کحل البصر ص ۶۹
(۵) بحار ج ۱۶ ص ۲۲۸، ۲۲۶

جب کسی مجلس میں وارد ہوتے تو جہاں جگہ خالی ہوتی وہیں بیٹھ جاتے تھے کسی خاص جگہ بیٹھنے کے پابند نہیں تھے۔ (۱)

اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی ان کے سامنے کھڑا رہے۔ ہر ایک کا احترام کرتے تھے ـــــ البتہ متقی اور پرہیزگاروں کو اُن کے نزدیک زیادہ عزت حاصل تھی۔ (۲)

آنحضرتؐ ہمیشہ خدا اور دین کے لئے غضب ناک ہوتے تھے اور اسی کے لئے خوش بھی ہوتے تھے۔ جب سوار ہوتے تو کسی کو اپنے ساتھ پیدل چلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اگر ممکن ہوتا تو اپنے ساتھ سوار کر لیتے تھے۔ جس جگہ ملاقات کا وعدہ کرتے تھے وہاں تنہا جاتے تھے۔

اجتماعی سفر میں سب کے ساتھ خود بھی کام کرتے تھے۔ کبھی بھی دوسروں کے سر بوجھ نہ بنتے تھے۔ اسی طرح کے ایک سفر میں آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ "آپ آرام فرمائیں ہم لوگ سارا کام کر لیں گے"۔

پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: "میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے اور تمھارے درمیان کوئی امتیاز ہو۔ خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنے بندے کو دوسروں سے جدا اور ممتاز دیکھے"۔ آپ اُٹھے اور لکڑیاں اکٹھا کرنا شروع کر دیں۔ (۳)

عہد و پیمان میں وفادار تھے۔

صلہ رحم کرتے تھے مگر بلا سبب کسی کی طرف سے حمایت بھی نہیں کرتے تھے۔ کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ کسی کے خلاف گفتگو کرے۔ فرماتے تھے

---

(۱) بحار ج ۱۶ ص ۲۴۰

(۲) بحار ج ۱۶ ص ۲۲۹، ۲۸۲، ۲۸۱

(۳) کحل البصر ص ۶۸

"مجھے اچھا لگتا ہے کہ لوگ صاف دلوں سے ایک دوسرے سے ملیں۔"

شرم و حیا میں آنحضرت ص کا کوئی جواب نہ تھا

بہت باحوصلہ اور بہت زیادہ صابر و حلیم تھے (۱)

آنحضرت ص کے خادم "انس بن مالک" کا بیان ہے کہ:

"رسول خدا ص کے افطار اور سحر کے لئے دودھ مہیا کرتا تھا، ایک رات پیغمبر اسلام ص دیر سے گھر تشریف لائے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ پیغمبر اسلام ص کہیں مہمان تھے لہذا افطار کر لیا ہوگا۔ میں دودھ پی گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے۔ میں نے ان کے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ آنحضرت افطار کر چکے ہیں؟ جواب ملا، نہیں تو۔

جب حضرت کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے کوئی توجہ بھی نہیں کی اور بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اسی بھوک کے عالم میں سو گئے، اور اسی طرح روزہ رکھ لیا۔" (۲)

پیغمبر اسلام ص کو عبادت و نماز سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ لیکن جب لوگوں کو کوئی کام ہوتا تھا تو نماز کو مختصر کر دیتے تھے، اور ان کا کام پورا کر دیتے تھے، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسی چیز سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

سب کا احترام کرتے تھے۔ فضیلت اور بزرگی ایمان اور عمل کی بنا پر جانتے تھے، مال و ثروت کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور ان کے امور کی اصلاح کی کوشش کرتے تھے۔ (۳)

آنحضرت ص کی عفو و درگذر

جب کبھی ان کی ذات سے بے احترامی کی جاتی تھی تو کبھی بھی اس کا انتقام نہیں

---

(۱) بحار ج ۱۶، ص ۲۳۲، ۲۲۶

(۲) کحل البصر ص ۶۸-۶۷ (۳) بحار ج ۱۶ ص ۲۲۹، ۲۲۸

لیتے تھے، لوگوں کی خطاؤں اور کج رفتاری سے چشم پوشی کرتے تھے اور ان کی اذیتوں کے مقابلے میں ان کو معاف کر دیتے تھے۔ (۱)

کفار قریش نے رسول خداؐ کو کس قدر ایذائیں پہونچائیں، کتنا زیادہ انھیں ستایا لیکن جس وقت رسول خداؐ نے مکہ کو فتح کیا ہے، آپؐ نے سب لوگوں کو معاف کر دیا۔ (۲)

جنگ اُحد میں "وحشی" نامی شخص نے پیغمبرؐ کے چچا حضرت "حمزہ" کو قتل کیا تھا لیکن پیغمبرؐ نے اس کو بھی معاف کر دیا اور اس کے گناہوں سے صرف نظر فرمایا۔ یہاں تک کہ "ابوسفیان" اور اس کی بیوی "ہندہ" جس نے پیغمبر کو بے پناہ ستایا تھا، ان کو بھی معاف کر دیا اور انتقام نہیں لیا۔ (۳)

اس تمام عفو و درگذر کے باوجود اگر کبھی دین کی بے احترامی کی جاتی تھی تو وہ آپؐ کیلئے قطعی ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ اس وقت آپ خدا کے احکام جاری کرتے تھے اور کسی کی سفارش قبول نہیں کرتے تھے۔

جس وقت آپ کو یہ اطلاع ملی کہ قبیلہ "مخزوم" کی عورت "فاطمہ" نے چوری کی ہے تو آپ نے "اسامہ بن زید" کی سفارش قبول نہیں کی بلکہ فرمایا کہ گزشتہ قومیں اسی بنا پر ہلاک ہوگئیں کہ قانون شرفاء پر جاری نہیں ہوتا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میری بیٹی نے بھی ایسا کام کیا ہوتا، تو میں اس کا بھی ہاتھ قطع کر دیتا۔ (۴)

---

(۱) بحار ج ۱۶ ص ۲۶۵، ۲۶۴

(۲) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۵۲ طبع ۱۳۸۵ھ

(۳) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۵۲ - ۲۴۸

(۴) ارشاد الساری بشرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۴۵۶، طبع ۱۳۰۵ھ

نظافت اور پاکیزگی

پیغمبر اسلام کو عطر بہت زیادہ پسند تھا (۱) غذا سے زیادہ اس کی خریداری پر توجہ دیتے تھے (۲) جس راہ سے گزر جاتے تھے، وہاں آپ کی خوشبو پھیل جاتی تھی، اس کے بعد جو بھی وہاں سے گزرتا تھا جان لیتا تھا کہ پیغمبر اسلام اس راہ سے گزرے ہیں۔ (۳)

مسواک کافی کرتے تھے (۴) کھانے سے پہلے اور بعد اپنا ہاتھ دھوتے تھے (۵) جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تھے آئینہ میں نگاہ کرتے تھے، سر و صورت کو درست کر کے باہر تشریف لے جاتے تھے (۶)

عبادت اور پرہیزگاری

پیغمبر اسلام کو نماز سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ رات کی تاریکی میں چند بار اُٹھتے تھے مسواک کرتے تھے، منہ دھوتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے (۷) اپنے خدا سے راز و نیاز کرتے تھے، یہاں تک کہ عبادت میں مسلسل کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہو گیا تھا۔ (۸)

زمین و آسمان، سورج اور دنیا پر نظر کرتے اور ان کے خالق کی عظمتوں کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اس قدر پارسا اور پرہیزگار تھے کہ دنیا کی رنگینیوں کی طرف کبھی پلٹ کر دیکھتے بھی نہیں تھے۔

(۱ و ۲) وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۴۴۲، ۴۴۳ طبع جدید
(۳) سفینۃ البحار ج ۱ ص ۴۱۹
(۴) وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۳۴۹
(۵) وسائل الشیعہ ج ۱۶ ص ۴۷۲
(۶) وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۳۴۴
(۷) وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۳۶۵
(۸) کحل البصر ص ۷۸

آنحضرتؐ اخلاق کی تمام صفات کا مجسمہ تھے۔ ان کے اخلاق کو چند صفحات میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ آنحضرت کی نورانی زندگی کی چند شعاعیں بیان کر دی جائیں تا کہ وہ مسلمان جو اپنے کو پیغمبر اسلام کا پیروکار جانتے ہیں، وہ آنحضرتؐ کے کردار و اخلاق کو نمونہ قرار دیں زندگی اور صحیح اخلاق کی تعلیم حاصل کریں۔

جیسا کہ قرآن مجید نے حکم دیا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ[1]

پیغمبر اسلامؐ کا اخلاق و کردار تم سب کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

خدا کا سلام ہو ان پر کہ سب سے اعلیٰ و ارفع تھے۔

فرشتوں اور نیکو کاروں کا درود ہو ان پر

ہمارا اور آپ کا با اخلاص اور پاکیزہ سلام ہو آنحضرتؐ کی ذاتِ پاک پر۔

---

(۱) سورۂ احزاب۔ آیۃ ۲۱

مسئلہ
خِلافَت اور پیغمبرِ اسلامؐ کی جانشینی کا

خلافت اور پیغمبرِ اسلامؐ کی جانشینی

ہر معاشرہ اور سماج ایک سربراہ، سرپرست اور رہنما کی ضرورت کو باقاعدہ محسوس کرتا ہے اسی بنا پر جب کوئی سربراہ اس دُنیا سے رُخصت ہوجاتا ہے تو لوگ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا جانشین ہو جو زمامِ امور اپنے ہاتھوں میں لے اور مسائل حل کرے لوگ اس بات پر بالکل تیار نہیں ہیں کہ بغیر سربراہ اور حاکم کے زندگی بسر کریں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح ان کا شیرازہ منتشر ہوجائے گا اور فتنہ و فساد عام ہوجائے گا۔

مسلمانوں کا معاشرہ بھی اسی طرح کا ایک معاشرہ ہے جو اس کی ضرورت اور احتیاج کو باقاعدہ درک کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد ایک حاکم و سرپرست کا ہونا ضروری ہے جو معاشرے کی بقا کا ذمہ دار ہے۔

لیکن اس ضرورت کے مختلف عوامل و اسباب ہیں ہر سماج اپنے حاکم کے بارے میں خاص نظریات رکھتا ہے اور انھیں نظریات پر فیصلہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ یہ خیال کرتا ہے کہ سربراہ کی ذمہ داری صرف حکومت کی تشکیل ہے۔ اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کی خلافت اور جانشینی جمہوری ہے اور خود مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہیں اپنا حاکم اور پیغمبر اسلامؐ کا جانشین قرار دیں۔

اس کے برخلاف مذہب شیعہ جس کی بنیاد علمی فلسفی، آیات اور روایات کے مستحکم براہین

پر ہے وہ اس مسئلہ کو ایک وسیع نظر سے دیکھتا ہے اور حاکم و جانشین پیغمبر اسلامؐ کی ضرورت کے عوامل و اسباب انسان کی جمیع الجہات ارتقاء کو جانتا ہے۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ ،

وہ ذمہ دار اور حاکم جو ان ذمہ داریوں سے باقاعدہ عہدہ برا ہو سکے وہ ہے جس کو خدا نے منتخب کیا ہو، جو پیغمبر کی طرح ہو، لوگوں کی مادی اور معنوی ضروریات کو باقاعدہ کامل طور سے جانتا ہو اور اللہ کے واقعی احکام کے ذریعہ ان کو حل کر سکتا ہو اور انسان کی واقعی ارتقاء اور جمیع الجہت سعادت کے لئے راستہ ہموار کر سکتا ہو۔

شیعی نقطۂ نظر سے جانشین پیغمبرؐ کی ضرورت کے اسباب و علل کیا ہیں اس کی مختصر سی وضاحت کرتے ہیں تاکہ بات روشن ہو جائے۔

جانشینِ پیغمبرؐ کی ہمیں کیوں ضرورت ہے ؟

جانشین پیغمبرؐ کی ضرورت کا سبب بالکل وہی ہے جو خود پیغمبرؐ کی ضرورت کا سبب ہے یا کم از کم اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے جانشین کی ضرورت ہے۔ دُنیا کی تمام چیزوں کی ہدایت اور ارتقاء کے لئے تخلیقی انداز سے تمام قوانین ثابت اور مستحکم ہیں تاکہ ہر چیز اپنے کمال اور سعادت و ہدایت کی منزلوں کو طے کر سکے اور اس نقطۂ آخر تک پہونچ سکے جو خالق نے اس کے لئے معین کیا ہے۔

انسان بھی اسی نظام تخلیق کا ایک حصّہ ہے اور اس عمومی قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے اسے ضرورت ہے ایسے قوانین کی جو اس کی فطرت اور اس کی واقعی ضرورتوں (خواہ مادی ہوں خواہ رُوحانی، خواہ معنوی ہو خواہ جسمانی) کا صحیح حل پیش کریں اور جو ہر طرح کی شخصی اغراض و انحراف سے پاک ہوں، تاکہ انسان ان قوانین پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر سکے۔ اس طرح کے جامع اور مکمل قوانین کی تلاش ہماری عقل کے حدود سے باہر ہے کیونکہ عقلِ انسانی کی معلومات اور نظر بہت محدود ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی فکر، فکری اور جذباتی اشتباہ و انحراف سے محفوظ نہیں ہے، اس لئے وہ ایک جامع اور صد فی صد مفید منصوبہ پیش نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے

کہ اس منصوبے اور نظام کو انبیاء وحی کے ذریعہ خدا سے حاصل کریں اور ذرہ برابر اشتباہ اور انحراف کے بغیر لوگوں کو تعلیم دیں، تاکہ ہر ایک کے لئے ارتقاء کی راہیں ہموار ہو جائیں۔

بدیہی ہے یہ دلیل جس طرح لوگوں کے درمیان پیغمبروں کے وجود کو لازم قرار دیتی ہے اسی طرح یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ پیغمبر کے بعد امام اور جانشین کا ہونا ضروری اور لازمی ہے جو اس پورے نظام کی باقاعدہ حفاظت کرے اور بغیر کسی کمی یا زیادتی کے لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔ اس کے علاوہ اپنے صحیح اخلاق و کردار سے لوگوں کو واقعی کمال اور حقیقی سعادت کی طرف ہدایت کرے کیونکہ اس کے بغیر انسان واقعی کمالات کو حاصل نہیں کر سکتا ہے، اور نہ اپنی خداداد اور پوشیدہ صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے۔ اگر ان صلاحیتوں سے استفادہ نہ کیا جائے تو یہ ساری صلاحیتیں بے کار ہو جائیں گی اور خدا ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ ورنہ وہ ان صلاحیتوں کو پیدا ہی نہ کرتا۔ کیونکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ انسان میں ارتقاء کی صلاحیتیں تو ودیعت کرے لیکن ان سے استفادہ کے وسائل فراہم نہ کرے۔

"بوعلی سینا" اپنی کتاب "شفا" میں کہتے ہیں:

"وہ خدا جس نے ابرو اور پاؤں کے تلوے میں جگہ پیدا کرنے سے دریغ نہ کیا ہو، جس کی انسانی زندگی میں بہت زیادہ ضرورت نہیں ہے، کیونکر ممکن ہے کہ اس خدا نے معاشرے کو بغیر رہنما اور امام کے قرار دیا ہو تاکہ لوگ واقعی کمال اور حقیقی سعادت کو حاصل نہ کر سکیں۔" (۱)

لہٰذا شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ غیبی امداد ہمیشہ جاری و ساری ہے اور خالق و مخلوق کے درمیان ہمیشہ ربط برقرار ہے اور یہ ربط کبھی بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔

اسی دلیل کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ جانشینِ پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کا

---

(۱) ج ۲ دسواں مقالہ دوسری فصل

منتخب کردہ ہو، ہر طرح کے اشتباہ، گناہ اور انحراف سے محفوظ اور معصوم ہو، کیونکہ جو شخص خدا کا منتخب کردہ نہ ہوگا اس کے پاس جہالتوں کا انبار ہوگا، خطا اور اشتباہ سے بھی وہ محفوظ نہ ہوگا، جس کی بنا پر وہ انسان کی واقعی سعادت اور حقیقی کمال کی تشخیص نہ کر سکے گا اور نہ وہ ہر طرح کی تحریفات سے پاک و پاکیزہ دین لوگوں تک پہونچا سکے گا، تاکہ لوگ اس پر عمل کر کے ارتقاء کی واقعی منزلوں کو حاصل کر سکیں۔(۱)

لہٰذا خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ زندگی کے تمام مسائل میں خدا کے منتخب کردہ افراد کی پیروی کریں۔

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ط (۲)

"اے ایمان لانے والو! خدا کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور اولی الامر کی پیروی اور اطاعت کرو۔"

ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے جس "اولی امر" کی اطاعت رسول کی اطاعت کی طرح واجب قرار دی ہے اور زندگی کے تمام مسائل میں اس کی مکمل پیروی کا حکم دیا ہے، وہ وہی افراد ہیں جن کو خدا نے منتخب کیا ہے جن کا وجود ہر طرح کی شخصی اغراض سے پاک صاف ہے جو ہمیشہ حقائق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس سے وہ افراد ہرگز مراد نہیں ہیں جن کی گفتار و کردار میں ہزاروں غلطیاں موجود ہیں، اور ان کی پیروی کبھی بھی انسان کو حقیقی کمال و سعادت عطا نہیں کر سکتی ہے۔ (۳)

---

(۱) اس بحث کی تفصیلات کتاب "شیعہ در اسلام" میں دیکھی جا سکتی ہے ضمناً اگر کوئی سوال ہو تو ہماری طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

(۲) سورہ نساء آیۃ ۵۹

(۳) تفصیلات کے لئے المیزان ج ۴ ص ۴۲۷۔۴۱۲ کی طرف رجوع کیا جائے۔

کیا پیغمبرؐ نے اپنا جانشین معین کیا تھا؟

وہ پیغمبرؐ جو اسلام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں، سب سے زیادہ خود انھیں اس بات کی فکر تھی کہ حقیقی اسلام دُنیا میں پھیلے اور محفوظ رہے۔ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبر اسلام دُنیا سے رخصت ہو جائیں اور اس ذات کا تعارف نہ کرائیں جس کو خدا نے معین اور منتخب کیا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے رسالت کی ابتداء سے پہلے ہی اس موضوع کو اہمیت دی تھی اور مختلف مواقع پر اپنے جانشین کا واضح تعارف کرایا تھا۔

جو شخص بھی پیغمبر اسلام کی احادیث کا مطالعہ کرے گا اسے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ پیغمبر اسلام کی نظر حضرت علیؑ اور ان کی پاک و پاکیزہ اولاد پر تھی۔ ان کے علاوہ کوئی اور پیغمبرؐ کی نظر میں نہیں تھا اگرچہ سامنے سب ہی موجود تھے۔

اس سلسلے میں پیغمبر اسلامؐ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) پیغمبر اسلامؐ نے اپنی دعوت کی ابتداء میں مکّہ میں اپنے رشتہ داروں کو جمع کیا اور فرمایا "تمھارے درمیان علیؑ میرے وصی اور جانشین ہوں گے ان کی پیروی کرو"(۱)

(۲) شیعہ اور سنی علماء نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے عمومی اجتماعات میں چند مرتبہ ارشاد فرمایا: میں تمھارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے:۔

۱۔ خدا کی کتاب ـــ قرآن (۲) میری عترت اور اہلبیتؑ

---

(۱) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۷۱-۱۱۷۳۔ یہ حدیث شیعہ اور اہلسنت کے معتبر علماء کی کتابوں میں موجود ہے۔

دیکھو کبھی ان سے دُور نہ ہونا اور نہ ان سے آگے بڑھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے (۱)
اہل بیت سے مُراد حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا پاک وپاکیزہ خاندان ہے جو وحی الٰہی کا مرکز ہے۔ انھیں لوگوں کا پیغمبر اسلام نے تعارف کرایا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہر طرح کی خطا ولغزش سے محفوظ ومعصوم ہیں، ان کی پیروی کبھی بھی انسان کو گمراہ نہیں کر سکتی۔

(۳) "احمد بن حنبل" اہل سنّت کے بزرگ علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں پیغمبر اسلام نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم کو میرے بعد میری طرف سے تمام مومنین پر ولایت حاصل ہے (۲)

(۴) علماء اور محدثین نے عام طور پر ذکر کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی زندگی کے آخری سال حج کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد "غدیر خم" میں ہزاروں آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا "میرے انتقال کا وقت قریب آچکا ہے اور دیر نہیں لگے گی کہ میں تمھارے درمیان سے رُخصت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: جس کا میں ولی اور سرپرست ہوں اس کے یہ علی بھی ولی وسرپرست ہیں۔ (۳)

(۵) کافی روایتیں اس طرح کی ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: قریش کے ۱۲ افراد میرے جانشین ہیں۔ اس طرح کی بعض روایتوں میں پیغمبر اسلام نے ائمہ اطہار علیہم السلام کے نام اور خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔ (۴)

---

(۱) غایۃ المرام ص ۲۱۱ - ۲۳۵ - اس طرح کی ۳۹ حدیثیں اہل سنت سے اور ۸۲ حدیثیں علماء شیعہ سے نقل کی ہیں۔
(۲) مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۲۳۸
(۳) مزید توضیح کے لئے الغدیر ج ۱ دیکھیں
(۴) منتخب الاثر ص ۱۴۱

یہ مختلف مواقع، جن میں بعض میں پیغمبر اسلامؐ نے زندگی کے آخری سال تک لوگوں تک باتیں پہونچائی ہیں، اس بات کی باقاعدہ وضاحت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد کس کو پیغمبر اسلام کا جانشین اور لوگوں کا رہنما ہونا چاہیے اور امت کی زمام کس کے ہاتھوں میں ہو۔

امامت و خلافت کے لئے شوریٰ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امامت و خلافت کا مسئلہ شوریٰ اور اکثریت کی رائے سے طے کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں چند آیتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس میں باہمی امور میں مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ "انتخابات" بھی اسلام کے سماجی اور سیاسی اصولوں میں ایک اصول ہے اور ان باتوں سے غافل ہیں :۔

(۱) امامت کا مسئلہ اصل نبوت کا تتمہ ہے جس طرح سے نبوت انتخاباتی نہیں ہے اسی طرح یہ خلافت اور جانشینی بھی انتخاباتی نہیں ہے۔

(۲) شوریٰ کا حکم وہاں دیا گیا ہے جہاں خدا اور اس کے رسول کی جانب سے کوئی واضح حکم موجود نہ ہو، جیسا کہ آپ ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں کہ صحیح روایات کی رو سے پیغمبر اسلامؐ نے اپنے جانشین کو باقاعدہ معین کیا ہے، اسی طرح کی باقاعدہ تصریح کے بعد شوریٰ کی کیا حقیقت ہے۔

(۳) اگر اس مسئلہ میں شوریٰ صحیح تھا تو پیغمبر اسلامؐ کو اس کی خصوصیات بیان کرنا چاہیے تھیں، انتخاب کرنے والوں کی شرائط، منتخب ہونے والوں کی شرائط کو بھی واضح کرنا چاہیے تھا تاکہ یہ مسئلہ جو اسلام کی بقاء سے متعلق ہے جس پر دین کی زندگی کا دار و مدار ہے، اس سے لوگ واقف ہوتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بیان فرمایا ہے بلکہ جب بنی عامر پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک شخص نے پیغمبر اسلامؐ سے کہا:

"اگر ہم آپ کی بیعت کریں تاکہ خدا آپ کو دشمنوں پر غلبہ عطا کرے تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے بعد خلافت ہمارا حق ہو۔؟"

آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا:

"خلافت کا مسئلہ خدا کے ہاتھوں میں ہے وہ جہاں چاہے گا قرار دے گا۔" الامر الی اللہ یضعہ حیث یشاء (۱)

انھیں باتوں کی بنیاد پر شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ پیغمبر ؐ کے وہ جانشین جن کا تعارف خود پیغمبر اسلام نے کرایا ہے وہ سب کے سب خدا کے منتخب کردہ ہیں۔ اور شیعہ اس بات کو لازم جانتا ہے کہ ان کی پیروی کرے جن کے پاس واقعی دین ہر طرح کی تحریفات سے محفوظ موجود ہے۔ اسی بنا پر اس نے اپنے محفوظ رہنماؤں سے علمی ذخیرے اور حقائق و معارف جمع کیے ہیں جو زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کر سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے مذہب شیعہ دنیا کے تمام مذاہب کی بہ نسبت مستغنی اور بے نیاز ہے۔ ایسے علمی ذخائر کسی کے پاس موجود نہیں ہیں۔

تاریخِ خلافت پر ایک نظر

خداوند عالم کی جانب سے پیغمبر اسلام کو یہ پیغام ملا تھا کہ حضرت علی ابن ابی طالب ؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین قرار دیں اور اس عظیم پیغام کو لوگوں تک پہونچائیں۔

- اسلام کی تبلیغ کی ابتدا میں پیغمبر اسلام ؐ نے اپنے رشتہ داروں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: "علی ؑ میرے وصی اور جانشین ہیں، تم سب پر لازم ہے کہ اس کی پیروی کرو۔" (۲)

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۲۴ طبع ۱۳۷۵ھ

(۲) تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۷۲ - ۱۱۷۱

- جس وقت پیغمبر اسلامؐ جنگِ تبوک کے لئے تشریف لے جارہے تھے، اس وقت حضرت علیؑ سے فرمایا: "تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی، فرق صرف یہ ہے کہ تم پیغمبر نہیں ہو۔ یہ بات ہرگز سزاوار نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے جانشین نہ رہو۔ (۱)
- اپنی عمر کے آخری سال حج کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد درمیان میں غدیر خم میں ہزاروں آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: جس کا میں مولیٰ اور سرپرست ہوں اس کے یہ علی بھی مولیٰ و سرپرست ہیں۔ (۲)
- اسی طرح اپنی عمر کے آخری دور میں اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا: میں تمھارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں:

۱۔ خدا کی کتاب قرآن

۲۔ میری عترت اور اہل بیت

اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے۔ (۳)

اس کے علاوہ دسیوں روایتوں میں ملتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس بات کو اتنا زیادہ واضح کر دیا تھا اور زمین اس طرح ہموار کر دی تھی کہ امّتِ اسلامیہ کی رہبری طبیعی طور سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تک پہونچ جاتی۔

پیغمبر اسلامؐ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ زندگی کے آخری لمحات میں ایک بہترین منصوبہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنایا، تاکہ خلافت اسلامی کو غصب کرنے والوں کی تمام سازشوں پر پانی پھر جائے۔

"اسامہ بن زید" کی سپہ سالاری میں ایک لشکر ترتیب دیا اور اس کو روم کی طرف روانہ

---

(۱) مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۳۱

(۲) الغدیر ج ۱ (۳) غایۃ المرام ص ۲۳۵ - ۲۱۱

کیا اور مدینہ کے مہاجر و انصار ابو بکر و عمر کو حکم دیا کہ وہ اس لشکر میں شریک ہوں اور مدینہ سے روانہ ہو جائیں اور اس بات کو بار بار دُہرایا۔ جو لوگ بھی لشکر سے واپس آتے تھے انھیں دوبارہ جانے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے "اسامہ کے لشکر سے ملحق ہو جاؤ۔" (۱)

اسامہ کی سرکردگی میں یہ لشکر اس وقت ترتیب دیا جس وقت رسُول خداؐ سخت بیمار تھے اور اپنی عمر کے آخری لمحات گزار رہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ مدینہ مخالفین علیؑ سے پاک صاف ہو جائے اور دنیائے اسلام کی امامت اور رہبری طبیعی طور سے حضرت علیؑ کو مل جائے اور لوگ یہ جان لیں کہ رہبری کے لئے پیرانہ سالی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے لیاقت شرط ہے تاکہ لوگ علیؑ کی کم سنی کو خلافت کے لئے بہانہ قرار نہ دیں، اور اس لئے بھی تھا کہ مخالفین کی مخالفت کے بغیر حضرت خلافت کے لئے ایک سند بھی لکھ کر لوگوں کے حوالے کر دیں۔

لیکن مخالفین اسامہ کے لشکر سے الگ ہو کر رہے اور مدینہ واپس آ گئے۔ رسُول خداؐ نے اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا: دوات اور کاغذ لے آؤ تاکہ تمھارے لئے ایسی چیز لکھ دوں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس وقت انھیں مخالفین نے شور و ہنگامہ برپا کر دیا اور کہنے لگے:

"یہ شخص (معاذ اللہ) ہذیان بک رہا ہے۔ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔"

یہ کہہ کر اختلاف ایجاد کر دیا۔

اس بات سے رسُول خداؐ بہت زیادہ ناراض ہوئے اور انھیں معلوم ہو گیا کہ اگر ان حالات میں کچھ لکھ بھی دیا جائے تو اس سے اختلاف دُور نہیں ہوں گے بلکہ اس کا بھی امکان ہے کہ لوگ خود اسلام سے جنگ پر اُتر آئیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے ان لوگوں سے سخت نفرت و بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا۔ "بس یہاں سے چلے جاؤ۔" (۲)

---

(۱) طبقات کبیر ج ۲ جزء اول ص ۱۳۶، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۶۰ - ۱۵۹ طبع ۱۳۷۸ھ

(۲) طبقات ج ۲ جزء دوم ص ۳۶، ۳۸ - صحیح مسلم ج ۵ ص ۷۶ - ۷۵

جن لوگوں نے پیغمبرؐ کی طرف یہ نسبت دی تھی وہ دین کے معیار سے بالکل ناواقف تھے یا عمداً جاہل بن رہے تھے اور حق قبول کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ورنہ یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ خدا اپنے پیغمبرؐ کو ہر طرح کی خطا اور لغزش سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے۔ کسی وقت بھی پیغمبرؐ کی طرف اس طرح کی نسبت نہیں دی جا سکتی۔

سقیفہ - مرکزِ غصبِ خلافت

۲۸ صفر سنہ ۱۱ ھ کو پیغمبر اسلامؐ نے دنیا سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور پورا مدینہ ماتم کدہ بن گیا۔

بعض مسلمان یعنی وہی لوگ جو موقع پرست تھے، جاہ طلب تھے، ریاست کے بھوکے تھے جو اسامہ کے لشکر سے اسی لئے الگ ہو گئے تھے، اور جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کو سند نہیں لکھنے دی تھی، ان کو مناسب موقع ہاتھ آگیا تھا، انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کے جسد اطہر کو یوں ہی چھوڑ دیا اور خود "سقیفہ بنی ساعدہ" میں جمع ہو گئے۔

انصار یہ چاہتے تھے کہ اپنے بزرگ "سعد بن عبادہ" کو پیغمبر اسلامؐ کا جانشین منتخب کریں۔ لیکن عمر اور ابوبکر نے اس کی موافقت نہیں کی۔ ابوبکر نے اپنی تقریر کے دوران مہاجرین کی عظمت و منزلت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ یہ لوگ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور رسول خدا کے رشتہ دار ہیں، لہذا "امیر" ہم میں سے ہو اور "وزیر" تمہارا ایک فرد ہو، اس پر انصار کے ایک شخص نے کہا کہ تم اپنے لئے الگ امیر کا انتخاب کرو ہم اپنے لئے الگ امیر انتخاب کریں۔

ابوبکر کی تقریر سے کچھ لوگ متاثر اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ امیر مہاجرین میں سے ہو۔ اس کے بعد بغیر اس کے کہ انتخاب ہو، کیونکہ وہاں نہ تمام مہاجرین موجود تھے اور نہ سارے انصار۔ ان سے نہ کوئی مشورہ لیا گیا اور نہ کوئی صلاح۔ یہی چند لوگ مختارِ کل بن گئے۔ حالت

یہ تھی کہ ابوبکر عمر کی طرف خلافت بڑھا رہے تھے اور عمر ابوبکر کی طرف۔ کہ اتنے میں عمر نے ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ (۱)

وہ لوگ جو "سعد بن عبادہ" کو امیر بنانا نہیں چاہتے تھے، انھوں نے بھی جھٹ پٹ ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی (۲) اور یہ فکر کسی کو نہیں ہوئی کہ اگر فضیلت کا معیار رسول خدا ؐ سے قرابت اور رشتہ داری ہے تو ابوبکر سے کہیں زیادہ قریب رشتہ دار موجود تھے جو ہر طرح سے بافضیلت تھے اور اس عظیم منصب کی کہیں زیادہ لیاقت رکھتے تھے۔ اس حادثاتی بیعت نے "سعد بن عبادہ" اور ان کے طرفداروں کو شکست دے دی، عمر و ابوبکر کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ بیعت کے مخالفین کو یہ کہہ کر بیعت پر مجبور کیا گیا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی مخالفت نہیں کرنا چاہیئے۔ (۳) اس کے بعد ابوبکر و عمر اپنے حامیوں کے ساتھ سقیفہ سے باہر آئے اور مسجد نبوی کی طرف چلے راستہ میں جو بھی ملتا تھا اس کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر زبردستی بیعت لیتے تھے اور اس کو ابوبکر کی بیعت کرنے پر مجبور کرتے تھے (۴)

بنی ہاشم اور مہاجرین و انصار کے بزرگ افراد جیسے پیغمبر اسلام ص کے چچا جناب عباس اور ان کے فرزند "زبیر"، "حباب بن المنذر"، "مقداد"، "ابوذر غفاری"، "سلمان فارسی"، "عمار" "براء بن عازب"، "ابی بن کعب"، "عتبہ بن ابی لہب"، "خالد بن سعید"، "خزیمہ بن ثابت" اور "فروہ بن عمرو" وغیرہ اس بات سے بے خبر تھے۔ ان لوگوں کو ایکا ایکی معلوم ہوا کہ حالات بدل گئے ہیں۔ جب ان لوگوں کو واقعہ معلوم ہوا تو سب کے سب تعجب کرنے لگے (۵) اور کسی نے بھی بیعت نہیں کی۔ یہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی روایات اور اتنے اعلان کے بعد

---

(۱) طبری ج ۴ ص ۱۸۴۳، ۱۸۳۹
(۲) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۱۰
(۳) طبری ج ۴ ص ۱۸۴۵
(۴) شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۱۹
(۵) فصول المہمہ تالیف سید شرف الدین موسوی ص ۲۴۴-۱۴۴

بھی خلافت کو اتنی جلدی غصب کر لیا جائے گا اور خاندانِ پیغمبرؐ سے خلافت نکال لی جائے گی لہذا سب نے اس ناجائز اور غاصبانہ بیعت پر اعتراض کیا۔

حضرت علی علیہ السّلام نے بھی عمر و ابوبکر پر اعتراض کیا۔ ابوبکر کے حمایتی "ابوعبیدہ" نے جواب میں کہا۔ آپ ابھی نوجوان ہیں، آپ کے پاس ابھی خلافت کے لئے تجربات نہیں ہیں۔ فرمایا۔ خدا سے ڈرو۔ آنحضرتؐ کی اسلامی حکومت ان کے خاندان سے اپنے خاندان میں منتقل نہ کرو اور یہ منصب اس کے اہل سے غصب نہ کرو۔ اے مہاجرو! تمھیں خدا کی قسم! ہم پیغمبرؐ کے اہل بیت اس کے لئے زیادہ سزاوار ہیں۔ کیونکہ ہم

— خدا کی کتاب کا علم رکھتے ہیں

— خدا کے دین کو باقاعدہ سمجھتے ہیں

— رسُولِ خدا کی سُنّت سے پورے طریقے سے واقف ہیں

— مسلمانوں کے امور کی اصلاح و تنظیم پر قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔

خدا کی قسم! یہ ہمارا منصب ہے، اپنے خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ حق اور حقیقت سے دُور ہو جاؤ گے۔ (۱)

سقیفہ کے حادثہ کے بعد جب عمومی بیعت لی جانے لگی حضرت علی علیہ السّلام گھر سے باہر تشریف لائے اور ابوبکر پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا:

"تم نے ہمارے کام کو تباہ و برباد کر دیا، مشورہ بھی نہیں لیا، پورے طور سے ہمارے حق کو غصب کر لیا۔"

ابوبکر نے کہا "جی ہاں! مگر کیا کروں فتنہ و فساد سے ڈر رہا تھا۔"

اس طرح بنی ہاشم کی کسی فرد نے بھی ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت نہیں کی۔ (۲)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۱۳-۱۱ طبع ۱۳۷۹ھ

(۲) مروج الذہب ج ۲ ص ۳۰۱ طبع ۱۳۶۵ھ

آنحضرتؐ کی رحلت کے پہلے کے واقعات اور رحلت کے بعد ابتدائی دنوں کے حالات سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ خلافت کو غصب کرنے کی سازش کتنی زیادہ گہری تھی اور اس سازش کی بنیاد وہی منصب و مقام کی بے پناہ حرص وطمع، موقع شناسی اور جاہ طلبی تھی۔ اگر یہ لوگ اس مسئلہ میں واقعی مخلص اور بے غرض تھے تو اس مسئلہ سے بنی ہاشم اور پیغمبرؐ کے دوسرے بزرگ اصحاب کو مطلع کیوں نہ کیا۔؟ کیوں خفیہ طریقے سے سقیفہ گئے؟ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ خلافت کے لیے پیغمبر اسلامؐ نے کسی کو معین نہیں کیا تھا، تو کیا ملتِ اسلامیہ کا کوئی فیصلہ حضرت علیؑ، بنی ہاشم اور بزرگ اصحاب کے مشورے کے بغیر کیا جاسکتا ہے۔ کیا سلمانؓ ابوذر اور مقداد کو مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا تھا، جن کی نگاہ اتنی دُوررس تھی جو اسلام کے مستقبل کو دیکھ رہے تھے، اتنے سامنے کی بات ان کے ذہن میں نہیں آئی۔

کیا وہ لوگ حضرت علی سے بہتر فکر رکھتے تھے۔؟

کیا پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نہیں فرمایا تھا کہ

"علی حق سے اور حق علی سے ہرگز جُدا نہیں ہوسکتا۔" (۱)

"تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔" (۲)

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں" (۳)

کیا حضرت علی علیہ السلام علم و فضیلت کا مرکز نہیں تھے۔ کیا وہ عظمتوں کا مجموعہ نہیں تھے تو کیوں ان کے ہاتھوں پر بیعت نہیں کی، اور مشورہ تک نہ لیا۔

کیا حضرت علی علیہ السلام کے جوان ہونے کو بہانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا پیغمبر اسلام نے بزرگی اور شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں قرار دیا ہے اسی بنا پر پیغمبر اسلامؐ نے

---

(۱) تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۱

(۲) فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ، ج ۲ ص ۲۶۲

(۳) فضائل الخمسہ ج ۲ ص ۲۵۰

"اسامہ" کو ابوبکر وغیرہ پر مقدم کیا تھا۔ تو کیوں حضرت علی کو دوسروں پر فوقیت حاصل نہ ہو۔؟
ان لوگوں نے یہ بہانہ بنا کر کہ حضرت علیؑ نے اسلامی جنگوں میں لوگوں کو قتل کیا ہے لہذا یہ لوگ حضرت علی کو تسلیم نہیں کریں گے، قرآن کی آیات اور پیغمبر اسلام کی واضح روایات اور مسلسل تصریحات کو پس پشت ڈال دیا جبکہ اسلامی دستور و احکام کے مطابق جو لوگ حق کے سامنے تسلیم نہ ہو رہے ہوں انھیں تسلیم کرانا چاہیئے نہ یہ کہ صاحبان حق کو کنارے کر دینا چاہیئے۔
اگر اس بہانہ کی واقعاً کوئی حیثیت تھی تو خداوند عالم کبھی بھی حضرت علی کو منتخب نہ کرتا اور پیغمبر اسلام کبھی بھی ان کو اپنا جانشین معین نہ فرماتے۔

سوال

بعض منصف مزاج اہلسنّت یہ کہتے ہیں کہ:
" غدیر خم کے واقعہ اور حضرت علی کی خلافت کی دوسری دلیلوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے حق کا دفاع کیوں نہ کیا؟ جبکہ ان کی خلافت کے دور میں جن لوگوں نے ان کے خلاف قیام کیا حضرت نے ان سے جنگ کی۔؟ "

جواب

حضرت علی علیہ السلام ابوبکر کی خلافت کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اسلئے نہ ان کی جماعت میں جاتے تھے اور نہ ان کے جمعہ میں شریک ہوتے تھے، لوگوں سے تعاون کا مطالبہ کر رہے تھے تاکہ اپنے غصب شدہ حق کا مطالبہ کر سکیں۔ کبھی رات میں جناب فاطمہ زہراؑ کے ہمراہ انصار کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور ان سے تعاون طلب کرتے تھے تاکہ اپنے حق کو لے سکیں۔
لیکن انصار یہ کہتے تھے کہ " کیا کریں ہم اس شخص (ابوبکر) کے ہاتھوں پر بیعت

کر چکے ہیں اور اب کچھ نہیں ہو سکتا" (١)

انصار نے جلد ہی اسلام قبول کیا تھا، جاہلی اخلاق و کردار پرانے رسم و رواج ان کے دل کی گہرائیوں میں موجود تھے، لہٰذا وہ یہ جرأت نہ کر سکے کہ ابوبکر کی ناجائز خلافت سے منھ موڑ لیں اور حضرت علیؑ کی مدد کریں۔

ظاہر سی بات ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد کوئی ناصر و مددگار نہیں تھا جس کے سہارے وہ غصب شدہ حق کو حاصل کر سکتے۔

چنانچہ جب لوگ عثمان کی زیادتیوں سے عاجز آگئے اور عثمان کو قتل کر دیا تو پھر پریشان حال سراسیمہ حضرت علی علیہ السّلام کے پاس آئے اور بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" اب جبکہ ناصر و مددگار جمع ہو گئے ہیں، میرے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ حکومتِ اسلامی قبول کرلوں" لہٰذا انھوں نے ملتِ اسلامیہ کی زمام اپنے ہاتھوں میں لی اور اس کی رہنمائی کی۔ (٢)

پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد وہ دیکھ رہے تھے کہ ناصر و مددگار کے نہ ہوتے ہوئے اگر تلوار اٹھائی جائے تو داخلی اختلافات شدید ہو جائیں گے اور یہ اسلام کے حق میں مفید نہ ہوگا، کیونکہ اسلام کے دشمن تاک میں ہیں کہ کب موقع ملے اور حملہ کر دیں اور اسلام کو ختم کر دیں۔

حضرت علی علیہ السّلام اسلام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے انھوں نے اسلام کی حفاظت کی خاطر تلوار نہیں اٹھائی، تاکہ اسلام کی جڑیں اور مضبوط ہو جائیں

---

(١) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ١٦ ص ١٣

(٢) نہج البلاغہ فیض الاسلام ج ٣ ص ٣٣ - ٣٧

اور اسلام کا درخت خوب تناور ہو جائے۔

علیؑ ـــــ وہ بہت بہادر، وہ بے مثال دلیر جو پیغمبرؐ کے پہلو بہ پہلو جنگ کرتا رہا، اس نے اسلام اور مسلمانوں کے حق میں یہی بہتر جانا کہ تلوار کو نیام میں رکھ لیا جائے اور زندگی کی تلخیوں کو صبر کی شیرینی سے گزار دیا جائے۔

حضرت علی علیہ السّلام ریاست کے طالب نہیں تھے، ورنہ اس طرح کے خیالات بھی ذہن میں نہ لاتے، جس طریقے سے ہو سکتا اپنی ذاتی منفعت حاصل کر لیتے، لیکن وہ دوسروں کی طرح نہیں تھے۔ لہٰذا جب ابوسفیان نے ان سے کہا:ـــــ

"ہاتھ بڑھایئے تاکہ آپ کی بیعت کروں۔ خدا کی قسم، اگر آپ چاہیں تو میں مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔"

لیکن حضرت علی علیہ السّلام نے یہ بات قبول نہ فرمائی بلکہ فرمایا:ـــــ

"خدا کی قسم! تم اسلام کے خیر خواہ نہیں ہو۔ تم بس فتنہ و فساد چاہتے ہو اور کچھ نہیں۔" (۱)

اس بحث کو ذرا طول اس لئے دیا ہے کہ ہمارے برادرانِ اہلِ سُنّت تاریخی حقائق سے واقف ہو جائیں جو ہم نے خود انھیں کی کتابوں سے پیش کئے ہیں ـــــ تاکہ یہ لوگ اس اہم مسئلہ میں زیادہ غور و فکر کریں، زیادہ جستجو اور تحقیق کریں تاکہ ہم لوگ فکری ہم آہنگی کے ساتھ گزشتہ کے نقصانات کا تدارک کر سکیں اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اخوت کیلئے خلوص دل سے کوشش کر سکیں۔

والسّلام

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۶ طبع ۱۳۸۵ھ

شہید سید محمد باقر الصدر کی

مایۂ ناز تالیف

شیعیت کا آغاز

کب اور کیسے

اس کتاب میں شیعیت کے آغاز اور اس کے وجود پذیر ہونے
کے اسباب و علل پر بحث کی گئی ہے

اور

حضرت علیؑ کی ولایتِ سیاسی اور ان کے خلیفۂ بلافصل ہونے کو
علمی و تاریخی تجزیہ و تحلیل سے ثابت کیا ہے

نیز

عقل و روایات کی روشنی میں اس مسئلہ کی
وضاحت فرمائی ہے

عمدہ کتابت	اعلیٰ طباعت	قیمت ۱۵ روپے

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

۲ - بے - ۵/۴ ـــ ناظم آباد ـــ نمبر ۲ ـــ کراچی

مکتبِ تشیع کے مایۂ ناز عالم آیت اللہ علامہ سید عبد الحسین شرف الدین موسوی اور جامعۃ الازہر مصر کے رئیس جناب شیخ سلیم البشری کے درمیان مراسلات کے ذریعہ ہونے والے سوال و جواب پر مشتمل معروف کتاب

"المراجعات"

کا

اُردو ترجمہ

مذہبِ اہلِ بیتؑ

جس میں

نہایت شائستہ انداز میں مکتبِ تشیع پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے آیاتِ قرآنی اور فریقین کے یہاں معتبر احادیثِ رسولؐ کی روشنی میں مکتبِ تشیع کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہے

عُمدہ کتابت ـــــ اعلیٰ طباعت ـــــ قیمت روپے

دارالثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان
۲-بے-۴/۵ ــــ ناظم آباد ــــ نمبر ۲ ــــ کراچی

اسلام کے انقلابی افکار اور حقیقی معارف کے ادراک کیلئے

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

کی پیش کش

○ ہمارا پیام	الشہید سید محمد باقر الصدر
○ کتاب المؤمن	حسین بن سعید اہوازی
○ تذکرۂ مجید۔ شہید ثالث	سید سبط الحسن ہنسوی
○ شیعیت کا آغاز۔ کب اور کیسے	الشہید سید محمد باقر الصدر
○ درسِ قرآن	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
○ درسِ انقلاب	محمد مہدی الآصفی
○ صدائے حضرتِ سجادؑ	محمد یوسف حریری
○ فکرِ حسینؑ کی الف ب	ڈاکٹر محمد رضا صالحی کرمانی
○ تفسیرِ عاشورا	سید علی شرف الدین موسوی
○ مکتبِ تشیع اور قرآن	سید علی شرف الدین موسوی
○ عاشورا اور خواتین	ڈاکٹر علی قائمی
○ عورت پردے کی آغوش میں	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
○ آسان مسائل	حجۃ الاسلام شیخ محمد وحیدی
○ مادیت و کمیونزم؟	آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی
○ فلسفۂ امامت	محمد مہدی الآصفی
○ پیامِ شہیداں	ڈاکٹر علی قائمی
○ عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز	آیت اللہ جعفر سبحانی
○ آسان عقائد	مجلسِ مصنفین
○ حسین شناسی	محمد یزدی

BOOK [illegible]
Shel No [illegible]
[illegible]
7241

دار الثقافة الإسلامية
١٤٠٣ھ
پاکستان

ہم اہلبیت اطہارؑ کی مثالی سیرت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟